ماہنامہ
دختران اسلام
لاہور
اگست 2018ء

عید الاضحیٰ مبارک

فکرِ شیخ الاسلام
دروس مثنوی

اک بحرِ پُرآشوب و پُراسرار ہے رومیؒ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی خطاب

وجوبِ قربانی کی 4 شرائط

اسلام	آزادی	اقامت	صاحبِ استطاعت

تحریکِ پاکستان میں خواتین نے قابلِ رشک کردار ادا کیا

شیخ الاسلام کا خصوصی دورۂ UK و یورپ

منہاج سسٹرز لیگ سپین کے زیراہتمام ٹریننگ ورکشاپ میں ڈاکٹر غزالہ حسن قادری کا خصوصی لیکچر

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 25 شمارہ: 8 ذوالقعدۃ - ذوالحجۃ ۱۴۳۹ھ / اگست 2018ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

ایڈیٹر
اُم حبیبہ

ڈپٹی ایڈیٹر
نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ اقبال، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
افنان بابر، مسز رافعہ علی

رائٹرز فورم

مسز راضیہ نوید، آسیہ سیف
ہانیہ ملک، ہادیہ ثاقب، سمیعہ اسلام
مومنہ ملک، جویریہ سحرش

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام —— فوٹوگرافی: قاضی محمود الاسلام

فہرس

اداریہ		
(غیر شائستہ زبان کا استعمال، سیاست اور ہماری ذمہ داری)		4
فکر شیخ الاسلام		
اک بحرِ پُر آشوب و پراسرار ہے رومی	مرتبہ: نازیہ عبدالستار	5
منتخب مضامین		
تحریک پاکستان میں خواتین کا کردار	ام حبیبہ	8
وجوب قربانی کی شرائط	نازیہ عبدالستار	12
آثارِ قلم (فلسفہ حج)	مرتبہ: ماریہ عروج	15
حمد شاعری کی اصناف میں سے پہلی صنف	سمیعہ اسلام	18
الہدایہ کارنر	لبنیٰ مشتاق	20
فقہ النساء	ہما لطیف	22
Eagers Time	ایمن یوسف	24
راہِ نوردِ شوق		
(انٹرویو: محترمہ خالدہ منیر چغتائی)	نازیہ عبدالستار، ماریہ عروج	26
گلدستہ	مرتبہ: ادیبہ شہزادی	29
آپ کی صحت	ڈاکٹر راحیلہ ناز	31
الفیوضات المحمدیہ		32

بدلِ اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ: 15 ڈالر — مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

ترسیلِ زر کا پتہ: منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

قیمت فی شمارہ -/35 روپے

سالانہ خریداری -/350 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور
فون نمبرز: 042-5169111-3 فیکس نمبر: 042-5168184

Visit us on: www.minhajsisters.com E-mail:sisters@minhaj.org

﴿فرمان الٰہی﴾

وَ اِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ . رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ . لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ز وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

(التوبة، ۹: ۸۶تا۸۸)

’’اور جب کوئی (ایسی) سورت نازل کی جاتی ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول (ﷺ) کی معیّت میں جہاد کرو تو ان میں سے دولت اور طاقت والے لوگ آپ سے رخصت چاہتے ہیں اور کہتے ہیں: آپ ہمیں چھوڑ دیں ہم (پیچھے) بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ ہو جائیں۔ انہوں نے یہ پسند کیا کہ وہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں، بچوں اور معذوروں کیساتھ ہو جائیں اور ان کے دلوں پر مُہر لگا دی گئی ہے سو وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ لیکن رسول (ﷺ) اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اور انہی لوگوں کے لیے سب بھلائیاں ہیں اور وہی لوگ مراد پانے والے ہیں‘‘۔

(ترجمہ عرفان القرآن)

﴿فرمان نبوی ﷺ﴾

عَنْ أَبِي ذَرٍّ ص قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللهِ! أَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الْأَرْضِ أَوَّلُ؟ قَالَ: الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ. قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: الْمَسْجِدُ الْأَقْصَى. قُلْتُ: كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: أَرْبَعُوْنَ سَنَةً، ثُمَّ أَيْنَمَا أَدْرَكَتْكَ الصَّلَاةُ بَعْدُ فَصَلِّهْ، فَإِنَّ الْفَضْلَ فِيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

’’حضرت ابوذر ﷜ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں عرض کیا: یارسول اللہ! زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بیت الحرام۔ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد اقصیٰ۔ میں نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) ان دونوں (مسجدوں) کی تعمیر کے درمیان کتنا وقفہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چالیس سال۔ لیکن تم جہاں وقت ہو جائے اسی جگہ نماز پڑھ لیا کرو اسی میں تمہارے لئے فضیلت ہے۔‘‘

(ماخوذ المنہاج السوی من الحدیث النبوی، ص۲۶۴۔۲۶۵)

خواب

علامہ اقبالؒ

تری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی
مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے
تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا
عجب نہیں ہے کہ یہ چار سو بدل جائے

(ضربِ کلیم، ص:۱۰۵۴)

تعبیر

قائد اعظمؒ

ہر شخص کو اپنے گاؤں، قصبے اور شہر سے محبت ہونی چاہئے اس کی بہبود اور ترقی کے لیے محنت کرنی چاہئے۔ یہ بڑی اچھی بات ہے لیکن اس سے بھی زیادہ اچھی بات یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنے ملک سے اپنے قصبے یا شہر کی نسبت زیادہ محبت ہونی چاہئے اور ملک کی خاطر نسبتاً زیادہ لگن اور زیادہ شدت سے محنت کرنی چاہئے۔

(کوئٹہ میونسپلٹی کے استقبالیہ میں 15 جون 1948ء)

تکمیل

شیخ الاسلام مدظلہ

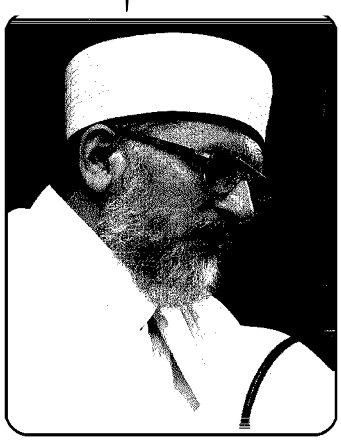

پیغمبرانہ بلاغ کا کمال یہی تھا کہ انہوں نے پیغامِ الٰہی اس قدر یقین اور تاثر کی اتنی قوت سے بنی نوع انسان تک پہنچایا کہ اس کی اطاعت انسانوں کو دنیا ہی میں سرخرو کرگئی اس کی خلاف ورزی کرنے والے دعوائے نبوت کے مطابق نیست و نابود ہوگئے گویا پیغمبرانہ بلاغ حق و باطل کے معرکے میں ایک چیلنج ہوتا ہے جس کی اطاعت فوز و فلاح اور جس سے انحراف تباہی وہلاکت پر منتج ہوکر رہتا ہے اور یہی انبیاء علیہم السلام کی دعوت کی کھلی کامیابی ہے۔

(خطاب شیخ الاسلام: قرآنی فلسفہ تبلیغ،)

اداریہ

غیر شائستہ زبان کا استعمال، سیاست اور ہماری ذمہ داریاں

انتخابی مہم کے دوران الیکشن کمیشن نے بعض سیاسی جماعتوں کے مرکزی قائدین کو انتخابی جلسوں کے دوران استعمال کی جانے والی زبان پر نوٹس بھیجے اور لیڈران کی طرف سے جو زبان استعمال کی گئی اس پر افسوس کا اظہار کیا گیا، یہ امر انتہائی افسوسناک ہے کہ گزشتہ تین دہائیوں سے سیاسی مفادات کے حصول کیلئے مخالفین کو زچ کرنے کیلئے انتہائی غیر مہذب بلکہ بعض مواقع پر مخرب الاخلاق زبان اور ہتھکنڈے استعمال کیے گئے اور ایسی تنقید کا سہارا لیا گیا جس کی کسی تہذیب یافتہ معاشرے میں سرے سے گنجائش نہیں ہوتی، اگر گزری ہوئی تین دہائیوں کی ''جدید'' تنقیدی سیاست پر نگاہ دوڑائیں تو اس ضمن میں نواز لیگ کا گھناؤنا کردار نظر آتا ہے ،نواز لیگ نے اس ضمن میں انتہائی افسوسناک لب ولہجہ اور رویہ اختیار کیا اور سیاسی مقاصد کے حصول کیلئے مخالفین کو زیر کرنے کی خاطر ہر موقع پر قانونی، اخلاقی حدود کو پامال کیا، ن لیگ کے اس رویے کی وجہ سے میدان سیاست میں قدم رکھنے والی جماعتوں اور سیاستدانوں کو بھی اسی راستے پر چلنے پر مجبور کیا گیا اور یہ سلسلہ تھمنے کا نام نہیں لے رہا، یہ شاید پہلا انتخابی معرکہ تھا جس میں مرکزی قائدین کو نامناسب زبان کے استعمال پر باقاعدہ طلب کیا گیا، لیڈر کا کلام اور زبان قوم کی سیاسی تربیت اور تعلیم کا ایک بڑا ذریعہ ہوتی ہے مگر افسوس سیاسی لیڈرشپ نے اس ناگزیر تقاضے کو بری طرح نظر انداز کیا جس کے منفی اثرات سوسائٹی کے اجتماعی اخلاق پر مرتب ہورہے ہیں ،مذہبی انتہا پسندی کے ساتھ ساتھ سیاسی انتہا پسندی بھی سوسائٹی کے اجتماعی امن کو نقصان پہنچانے کا باعث بنی ہوئی ہے اور فرقہ واریت، صوبائی عصبیت ،محرومیوں کا شکار پاکستانی معاشرہ اب سیاسی بنیادوں پر تقسیم در تقسیم کے عمل سے دو چار ہے۔جوں جوں وقت گزر رہا ہے تنگ نظری، عدم برداشت کے غیر انسانی جذبات میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے ،رہی سہی کسر لیڈروں کی طرف سے استعمال کی جانے والی زبان پوری کررہی ہے۔ ہماری سیاسی اشرافیہ بھول رہی ہے کہ سیاسی مخالفین کو زچ کرنے کیلئے وہ جو زبان استعمال کرتے ہیں اس سے آئندہ نسلوں کا اخلاق برباد ہورہا ہے اور اس کے منفی اثرات کا سامنا آج ہم زندگی کے ہر شعبے میں کرنے پر مجبور ہیں، حقیقی جمہوریت کی خوبصورتی ہی یہی ہے کہ یہ جمہور کا نظام کہلواتی ہے اور اس میں اعتدال، رواداری، وضع داری کا خیال رکھا جاتا ہے اور اکثریتی رائے کو کھلے دل، دماغ کے ساتھ تسلیم کیا جاتا ہے، اس امر میں کوئی شبہ نہیں سیاست میں کرپشن، بداخلاقی، زبان درازی کے کلچر کو ن لیگ نے بنیادیں فراہم کیں، جیسے جیسے شریف خاندان کا ملکی سیاست میں عمل دخل بڑھتا چلا گیا ویسے ویسے سیاسی مخالفین کے خلاف غیر شائستہ الفاظ کے استعمال اور لب و لہجے کا ماحول پروان چڑھتا چلا گیا، یہ نواز لیگ تھی جس نے ایک خاتون جسے دنیا محترمہ بینظیر بھٹو کے نام سے جانتی ہے ان کی اور ان کی والدہ محترمہ کی نجی زندگی کو سیاسی مقاصد کیلئے انتہائی نامناسب الفاظ اور تصاویر کے ساتھ اچھالا گیا، چادر، چاردیواری کے تقدس کو پامال کیا گیا اور سیاسی مخالفین کو زچ کرنے کیلئے ریاستی طاقت کا بے رحم استعمال کیا گیا اور سیاسی اختلاف کو ذاتی دشمنی میں تبدیل کرنے کے منفی کلچر کو مضبوط کیا گیا ،اسی طرح سیتا وائٹ کے ایشو کو اسی ن لیگ نے سیاسی مقاصد کیلئے سکینڈلائز کیا اور بدتہذیبی کی ہر حد عبور کی۔ حال ہی میں پانامہ لیکس کی سماعت کے دوران نواز لیگی وزراء اور ترجمانوں نے جو زبان استعمال کی اور جس طریقے سے قومی سلامتی اور انصاف کے اداروں کو برا بھلا کہا اور اشتعال انگیزی کی کم ازکم کسی سیاسی ،جمہوری جماعت کا یہ شیوہ اور وطیرہ نہیں ہوسکتا۔نواز لیگ کی طرف سے خواتین کے بارے میں پارلیمنٹ کے اندر اور پارلیمنٹ کے باہر جس اخلاقیات کا مظاہرہ کیا گیا وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے،نواز لیگ بطور جماعت صرف بدزبانی کرنے تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ مخالفین کی جانیں لینا بھی ان کے نزدیک جائز اور روا ہے، یہاں تک کہ خواتین کو بھی قتل کر دینا انہیں زدوکوب کرنا ان کے ہاں قطعاً معیوب نہیں ،سانحہ ماڈل ٹاؤن میں تنزیلہ امجد شہید اور شازیہ مرتضٰی شہید کے ساتھ پیش آنے والے درندگی کے واقعات اس کے ناقابل تردید ثبوت ہیں۔لیگی لیڈرشپ کی طرف سے خواتین کے حوالے سے مجرمانہ ذہنیت کے اظہار کی بے شمار مثالیں اور واقعات میڈیا کی زینت بن چکے،انہیں دہرانا ہم سمجھتے ہیں کہ ایک طرح کی بداخلاقی ہوگی، تاہم وقت آگیا ہے کہ سیاستدانوں کو تمیز اور گفتگو کے طور طریقے سکھائے جائیں اور انہیں آزادی اظہار کی تربیت دی جائے ،سیاستدانوں کی گندی زبان سے سوسائٹی کے اخلاق اور اقدار کو بچانا یہ ایک اجتماعی ذمہ داری ہے، اس کیلئے قوم کے پڑھے لکھے حلقوں بالخصوص میڈیا، سول سوسائٹی کو اپنا بھرپور کردار ادا کرنا چاہیے۔ہم جس الہامی ضابطہ حیات کے پیروکار ہیں وہ اخلاق حسنہ کی بات کرتا ہے ، وہ تو اس بات سے بھی روکتا ہے کہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جانے والوں کو زمانہ جاہلیت کے ناموں سے بھی مت پکارا جائے (ایڈیٹر)

پیر رومی خاک را اکسیر کرد.....از غبارم جلوہ ہا تعمیر کرد

فکرِ شیخ الاسلام
درسِ مثنوی

”اک بحرِ پُرآشوب و پُراسرار ہے رومیؒ“

مولائے روم بلخ میں پیدا ہوئے، والد بہاؤ الدین وقت کے بڑے عالم و عارف تھے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے دروسِ مثنوی، مولائے روم کا تعارف

مرتبہ
نازیہ عبدالستار

مولانا روم کو عرف عام میں مولائے روم بھی کہتے ہیں۔ آپ مولانا رومی کے لقب سے جانے جاتے ہیں آپ کا اصل نام محمد ہے اور لقب جلال الدین ہے۔ نسبتاً صدیق اکبرؓ کی اولاد میں سے ہیں آپ کا پورا نسب محمد بن محمد بن محمد بن حسین بن احمد بن قاسم بن مصیب بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیقؓ ہے۔ آپ بلخ میں پیدا ہوئے۔ بلخ میں سلطنت خارزمی تھی۔ آپ کے وقت سے قبل محمد خارزم شاہ خارزمیاں کا بہت بڑا فرمانروا تھا۔ اس کا اقتدار تمام ایران ماوراء النہر، وسطی ایشیاء کے حصے کاشغر اور عراق کے علاقے تک پھیلا ہوا تھا۔

آج بلخ افغانستان کا ایک اہم شہر ہے۔ مولانا روم کے والد گرامی کا نام بہاؤالدین تھا۔ جو بہت بڑے عالم و عارف تھے۔ دور، دراز سے صوفی ان سے فتویٰ لینے آتے تھے۔ آپ کا معمول تھا صبح سے دوپہر تفسیر، حدیث منقولات علوم درسیہ کا درس دیتے۔ ظہر کے بعد حقائق، معارف اور اسرار کا بیان ہوتا۔ پیر اور جمعہ کا دن عمومی وعظ و نصیحت کا بیان ہوتا۔ خاص مجالس اسرار معرفت کے لیے ہوتیں، عام مجالس وعظ و نصیحت اور تلقین دین کے لیے ہوتیں۔ اس زمانے میں اس وقت حکمران خارزم شاہ اور فخرالدین رازی بغرض صحبت و مجلس بہاؤالدین بلخی کے پاس آتے تھے۔ خارزم شاہ کو آپ سے خاص عقیدت تھی۔ ایک دن وہ بہاؤالدین بلخی کی خدمت میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ آپ کی مجلس میں ہزاروں، لاکھوں لوگوں کا ہجوم ہے، لوگ آپ کا درس سن رہے ہیں اتنا بڑا اجتماع دیکھ کر اس کو اپنے اندر گھبراہٹ محسوس ہوئی۔

سلطنت کے سیاسی رہنماؤں کا وطیرہ ہے کسی بھی اللہ والے کے پاس لوگوں کا ہجوم دیکھیں تو انہیں گھبراہٹ ہوتی ہے۔ یہ معاملہ ہر دور میں رہا ہے۔ آپ کی مجلس میں بیٹھنے والا آپ کا دشمن ہوگیا۔ اس نے حکمتاً اپنے سرکاری خزانے کی چابیوں کا گچھا ایک آدمی کو دیا اور کہا کہ یہ شاہی خزانے کا گچھا بہاؤالدین بلخی کو دے دو اور پیغام پہنچا دو۔ اب میری سلطنت میں سوائے ان چابیوں کے میرے پاس اور کچھ نہیں رہ گیا۔ اب آپ میری سلطنت میں میرے لیے خوف ہوگئے ہیں۔ مخلوق خدا کا ہجوم تو میرے گرد رہنا چاہئے تھا۔ اب مخلوق خدا آپ کی طرف جارہی ہے۔ یہ خزانے کی چابیاں رہ گئی ہیں، یہ بھی آپ لے لیں۔ حضرت بہاؤالدین نے جب چابیاں دیکھیں اور پیغام سنا تو اس آدمی کو واپسی پر یہ پیغام دیا کہ بادشاہ کو کہنا کہ یہ آنے والا جمعہ پڑھا کر اور اس کا وعظ کرکے ہم اس کا بلخ چھوڑ دیں گے۔ نماز جمعہ ہوئی تو آپ چل پڑے۔ بلخ کے گردونواح کے تین سو صوفیاء بھی آپ کے ساتھ ہم رکاب ہوکر چل پڑے۔ خارزم شاہ کو خبر ہوئی تو وہ بڑا پچھتایا۔ وہ پیچھے دوڑا سفر میں جاکر ملا، منت سماجت کی لیکن حضرت بہاؤالدین بلخی نے کہا اب پلٹ کر بلخ نہیں آئیں گے۔

جہاں جہاں سے آپ کا گزر ہوتا، مشائخ، علماء زیارت کے لیے حاضر ہوتے۔ 60 ہجری میں نیشا پور پہنچے، اس وقت مولانا روم کی عمر 4 سال تھی۔ بعض کتب میں آیا ہے اس وقت آپ کی عمر 5 سے 6 سال تھی۔ نیشا پور میں حضرت

خواجہ فریدالدین عطار صاحب تذکرۃ اولیاء نے آپ کے والد گرامی کی خدمت میں حاضری دی۔ انہوں نے مولانا روم کے ماتھے پر چمکتا ہوا ستارہ دیکھا تو بہاؤالدین بلخی سے کہا یہ بڑا جوہر کمال ہے، حضرت اس پرورش سے غفلت نہ کرنا۔

خواجہ فریدالدین نے اپنی مثنوی لکھی، جس کا نام اسرار نامہ تھا۔ ایک نسخہ ان کو پیش کیا۔ اس دوران دمشق سے بھی گزرے وہاں شیخ اکبر معین الدین ابن عربی کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ اس وقت مولانا روم کی عمر 11 سال تھی۔ شیخ اکبر نے دیکھا تو فرمایا سمندر دریا کے پیچھے جارہا ہے۔ یعنی والد دریا ہے اور بیٹا سمندر بننے والا ہے۔ اس کے بعد آپ نیشاپور سے آگے چل پڑے الغرض مختلف جگہوں سے گزرتے ہوئے ترکی کے شہر قونیہ پہنچے جہاں مولانا روم کا مزار اقدس ہے۔ یہاں کا بادشاہ علاؤالدین کئی قباد تھا، یہ سلطنت سلجوقیہ کا فرمانروا تھا۔ سلجوقی سلطنت 220 سال تک پورے ایشیائے کوچک پر رہی۔

اس ساری سلطنت کو روم کہتے ہیں۔ وہ اس وقت حکمران تھا۔ سلطان کیکوباد کے لوگ بہاؤالدین بلخی سے ملنے آتے تھے۔ ان کے احوال زہد و ورع، معرفت مقام و مرتبہ دیکھا تو کچھ احوال جاکر سلطان کئی قباد کو بتائے وہ بہت متاثر ہوا۔ اس نے دل ہی دل میں مولانا روم کے ساتھ ارادت کا رشتہ قائم کرلیا انہیں درخواست بھیجی کہ قونیہ میں آکر اقامت اختیار کریں۔ اس وقت مولانا رومؒ کی عمر 17، 18 سال تھی۔

سلطان کیکوباد نے بڑے تزک و احتشام سے ان کا استقبال کیا۔ گھوڑے سے نیچے اترا ننگے پاؤں دیر تک آپ کے استقبال میں آپ کے ساتھ چلتا رہا۔ ایک عالی شان مقام پر جاکر آپ کو ٹھہرایا، ضروریات مہیا کیں پھر اکثر و بیشتر آپ کی صحبت میں بیٹھتا تھا۔ مولانا شیخ بہاؤالدین بلخی نے 628 ہجری بروز جمعہ 18 ربیع الثانی میں وفات پائی۔ جب آپ کے والد گرامی کا وصال ہوا اس وقت مولانا روم کی عمر 24 سال تھی۔ ابتدائی تعلیم حضرت بہاؤالدین بلخی نے خود دی۔ اس کے بعد آپ کے تلامذہ اور مریدین میں سے ہی ایک بڑے نامور عالم تھے، انہوں نے آپ کی تربیت کی۔ علوم و فنون تمام معقولات و منقولات اکثر و بیشتر ان سے پڑھے۔ مولانا رومی 629ھ میں علوم کی تکمیل کے لیے ملک شام چلے گئے۔ زیادہ تر قیام علوم کی تکمیل میں دمشق اور حلب میں رکھا۔

بڑے فقہاء آپ کے اساتذہ تھے۔ آپ علوم فقہ میں بڑی مہارت اور معرفت رکھنے والے عالم تھے۔ مناظرہ ومجادلہ کے بڑے ماہر عالم تھے۔ معقولات اور منقولات میں مولانا روم کا ہم پایہ شخص نہ تھا۔ دنیا کے بڑے بڑے لوگ فتویٰ لینے آپ کے پاس آتے تھے۔ آپ طلبہ کو اپنے گھر اور مدرسہ میں درس دیتے تھے۔ علوم کی تکمیل کے بعد آپ قونیہ میں واپس آگئے۔

ایک بزرگ حضرت شمس الدین تبریز جو بڑے سلطان العاشقین اور سلطان العارفین تھے۔ حضرت بابا کمال الدین زندگی کے مریدین میں سے تھے۔ ان سے اکتساب فیض کیا تھا۔ انہوں نے شمس الدین تبریز سے فرمایا روم جاؤ۔ وہاں ایک دل سوختہ ہے جس کا دل عشق الٰہی کی آگ میں جلتا رہتا ہے۔ یہ ایک روایت ہے۔ دوسری روایت میں ہے حضرت شمس تبریز نے ایک رات مراقبے کے بعد دعا کی مولا! مجھے کوئی ایک شخص عطا کردے جو میری سوچ اور توجہ کا متحمل ہوسکے۔ میری صحبت کا فیض سنبھال سکے۔ آپ کو اشارا ہوا کہ قونیہ جاؤ۔ وہاں ایک شخص تمہارے انتظار میں ہے، وہ تمہاری توجہ، سوچ اور فیض کا بوجھ اٹھالے گا۔

آپ کے احوال اور تراجم کی کتب میں آیا ہے کہ جب سلطان شمس تبریز قونیہ پہنچے تو پہلے کارواں سرائے میں پہنچے۔ ایک روایت کے مطابق جب آپ قونیہ پہنچے تو مولانا روم کا شہرہ تھا۔ بڑی شہرت، وقار اور مرجع الخلائق تھے۔ حضرت شمس تبریز سن کر ان سے ملنے کے لیے آگئے کیونکہ وہ ایسے مرد کی تلاش میں تھے جو ان کے فیضان صحبت کا متحمل ہو۔ جب آپ ان کے گھر پہنچے مولانا روم طلباء کو اسباق پڑھا رہے تھے۔ اردگرد کتابوں کا ڈھیر دیکھا تو پوچھ یہ کیا ہے؟

مولانا روم نے جواب دیا یہ وہ چیز ہے کہ تو نہیں جانتا۔ طبقات کی ایک روایت کے مطابق کہ یہ وہ شے ہے کہ آپ نہیں جانتے۔ اسی وقت کتابوں کو آگ لگ گئی۔ مولانا روم نے پریشان ہوکر پوچھا یہ کیا ہے؟ شمس تبریز نے جواب دیا: یہ وہ چیز ہے کہ رومی تم نہیں جانتے۔ مولانا روم کی درخواست پر کتابیں شمس تبریز نے واپس لوٹادیں مگر مولانا روم کے دل میں عشق کی آگ لگادی۔

دوسری روایت ہے کہ مولانا روم اپنے مدرسہ کے تالاب کے کنارے طلبہ کو پڑھا رہے تھے۔ کچھ کتابیں پاس رکھی تھیں اس موقع پر شمس تبریز نے پوچھا۔ یہ کیا ہے جلال الدین؟ آپ نے جواب دیا یہ قیل و قال ہے۔ حضرت شمس تبریز نے ساری کتابیں اٹھا کر تالاب میں ڈال دیں مولانا روم نے ضبط کرکے پوچھا یہ کیا ہے۔ حضرت شمس تبریز نے فرمایا وہ قیل و قال تھا، یہ عالم حال ہے۔ کہا یہ کتب نایاب تھیں۔ آپ تالاب میں اترے ایک ایک کرکے کتاب واپس کردی۔ آپ کتابوں کو جھاڑتے، اس میں سے گرد نکلتی تھی۔

مولانا روم نے کہا آج سے اس حال میں ہمیں بھی داخل کردیں۔ مولانا روم اس حال میں داخل ہوئے پھر پڑھانا چھوڑ دیا۔ حلقہ تدریس ختم کردی۔ فتویٰ نویسی بند کردی اور حال میں ایسے داخل ہوئے کہ پھر سلطان العاشقین اور سلطان العارفین بنے۔ آپ نے دنیا کو صاحب حال کرنے کے لیے مثنوی لکھی۔ جس کو مثنوی مولانا روم کہتے ہیں۔ مثنوی میں اس حال کا ذکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: اے طالب! بانسری سے سن، کیا کہانی بیان کرتی ہے کن کن جدائیوں کی شکایت کرتی ہے۔ بانسری سے مراد اس شعر میں روح انسانی ہے یعنی اے بندے اپنی روح سے سن جو حکایت بیان کرتی ہے کہ وہ کس کس شے سے جدا ہوئی۔ روح ایک وقت میں عالم ارواح، عالم مالاکوت، عالم امر اور اس کو عالم غیب بھی کہتے ہیں کے ساتھ منسلک تھی۔ اسے کئی قربتیں حاصل تھیں۔ رب کریم نے فیصلہ کیا کہ روح انسانی بدن میں ڈالی جائے گی۔ جب جدا کرکے بدن انسانی میں ڈال دیا گیا، اس کی کئی جدائیاں ہوئیں۔ عالم ارواح سے جدا ہوگئی پھر عالم مالاکوت پھر عالم جبروت سے۔

عالم جبروت میں صفات الٰہیہ کی تجلیات تھیں اس کو عالم جمع بھی کہتے ہیں۔ تجلیات الٰہیہ سے وہ عالم روشن رہتا ہے۔ جہاں فرقتیں نہیں تھیں۔ جبروت کے ساتھ جڑا ہوا اوپر ایک اور عالم تھا اس کا نام عالم لاحوت ہے اس میں ذات الٰہیہ کے انوار و تجلیات اترتے تھے۔

یہاں کثافت نہیں تھی لطافت ہی لطافت تھی۔ وہاں جسمانیت نہیں تھی نورانیت ہی نورانیت تھی۔ طہارت ہی طہارت پھر اس کے نور کے جلوے تھے۔ روح اس ماحول میں پلی بڑھی تھی جس کے بابت اللہ رب العزت نے فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ.

انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا۔ (التین، ۹۵:۴)

پھر جب فیصلہ ہوا اس روح کو بدن انسانی کے ساتھ جوڑ دیا جائے، عالم مالاکوت سے اتار کر اسے عالم ناسوت میں بھیج دیا۔ اس کو عالم اجسام بھی کہتے ہیں اور عالم خلق بھی کہتے ہیں۔ وہ ان کثافتوں کی دنیا میں آگئی اور ان قربتوں کی دنیا سے دور ہوگئی۔ اس روح کو ساری جدائیاں یاد آتی ہیں۔ وہ صحبتیں یاد آتی ہیں۔ اس عالم میں جبروت کا کوئی عکس نہیں ہے۔ جب اعتکاف کے 10 دن یہاں آکر بیٹھتے ہیں تو حرص و لالچ، شہوت وغضب کی بات کان نہیں سنتے۔ لغویات و بے حیائی کو آنکھ نہیں دیکھتی۔ غلاظت 10 دن کے لیے دور ہوجاتی ہے۔ ذکر الٰہی مصطفیٰ ﷺ کی بات عشق و محبت، قربت و معارفت، عبادت و اطاعت کی بات کان سنتے ہیں جب ماحول بدلتا ہے تو دل کی کیفیات بدل جاتی ہیں۔ جن کے حالات بدل جاتے ہیں جب اعتکاف کے دس دن گزار کر گھر جاتے ہیں، روح کی بانسری روتی ہے کیونکہ ظاہرو باطن کے تغیر سے انقلاب آجاتا ہے۔ دس دن گزارے ہوئے یاد آتے ہیں۔ اس روح سے پوچھیں جو لاکھوں برس گزار کر آئی ہے عشق الٰہی کے سمندروں میں غوطہ زن تھی۔ اس کا انوار و تجلیات الٰہیہ کے ساتھ علاقہ تھا۔ طہارت وعبادت کے ساتھ تعلق تھا۔ اس کی ندا آتی تھی، میرے بندو! ملائکہ جواب دیتے تھے۔ ربی ہر فرشتہ بولتا تھا ربی۔ صبح و شام یہی تانتا بندھا رہتا تھا، یہی تعلق جڑا رہتا تھا، یہی ربط نور تھا نہ جسم تھا، نہ کوئی کثافت تھی نہ کوئی گناہ تھا جب وہ روح اس ماحول کو چھوڑ کر اس بدن میں آئی۔ بدن میں آکر ادھر ادھر دیکھا کہیں حرص، لالچ، تکبر، رعونت، حرص و حسد کی بات ہے، کہیں دنیا کے مناصب کی طلب دیکھ رہی ہے۔ روح جب تن میں آکر ادھر ادھر دیکھتی ہے اسے اپنے دیس کا کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ تڑپتی ہے۔ بقول اکبر الہ آبادی

کچھ نہ پوچھ اے ہم نشیں میرا نشیمن تھا کہاں
اب تو یہ کہنا بھی مشکل ہے وہ گلشن تھا کہاں

☆☆☆☆☆

تحریکِ پاکستان میں خواتین نے قابلِ رشک کردار ادا کیا

بانی پاکستان نے خواتین کے تعلیمی، سیاسی کردار کی حوصلہ افزائی کی

فاطمہ جناحؒ، بی اماں، فاطمہ صغریٰ، بیگم شائستہ اکرام اللہ قومی ہیرو ہیں

تحریر: ام حبیبہ

تحریک پاکستان ہو یا تعمیر پاکستان کی جدوجہد سیاسی،سماجی حوالے سے خواتین کا کردار قابل رشک اور قابل تقلید رہا ہے، یوں تو اسلام نے 14سوسال قبل عورت کے سماجی،دینی، سیاسی،عائلی کردار کا تعین کر دیا تھا اور بطور ماں،بہن،بیٹی، بیوی اس کے حقوق وفرائض کا تعین کر دیا اور اسے سوسائٹی کا ایک قابل قدر فرد قرار دیا اور خواتین سے متعلق زمانہ جاہلیت کی تمام روایات اور رسومات کومسترد کردیا، یہ اسلام ہی کا اعزاز ہے کہ اس نے عورت کو زبانی،کلامی عزت نہیں دی بلکہ عملاً بھی اس کا معاشی تحفظ کیا اور خواتین کو وراثت میں حصہ دار ٹھہرایا۔ اسلام نے خواتین کو جو مقام ومرتبہ دیا آج بھی مغرب اس کے قریب بھی نہیں ہے یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ 1947ء تک برطانیہ میں حقوق نسواں کے بینر تلے خواتین کو ووٹ کے استعمال کا حق دینے کی تحریک چل رہی تھی۔بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح حقوق نسواں کے حق میں کالم لکھا کرتے تھے اور اس تحریک کو بھرپور فکری،اخلاقی سپورٹ مہیا کر رہے تھے۔یہ ایک تاریخی بات ہے کہ بانی پاکستان برصغیر پاک و ہند کا ایک بہت بڑا نام ہیں،لیکن یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ بانی پاکستان کے تحریک پاکستان میں متحرک ہونے سے پہلے بھی کچھ ایسی مسلم خواتین تھیں جو اسلام کے نفاذ کے لیے بلند پایہ کردار ادا کر رہی تھیں اور ان کی ایک بھرپور،علمی، سیاسی، سماجی شناخت اورساکھ تھی، تاہم بانی پاکستان کے متحرک سیاسی کردار کے بعد ان بے مثال خواتین کو کام کرنے کا ایک پلیٹ فارم اور نصب العین ملا اور ان کی صلاحیتیں اور قومی کردار مزید نکھر کر سامنے آیا،قائد اعظم تحریک نسواں کے لیے بھی بہت متحرک رہے اور غیر مسلم خواتین ان کے اس کردار پر انہیں خراج تحسین پیش کرتی رہیں۔ بانی پاکستان کا جب انتقال ہوا تو ستمبر 1948ء کولندن کیکسٹن ہال میں ایک خصوصی تقریب ہوئی جس میں خواتین کےحقوق کی ایک بلند پایہ ایکٹیوسٹ ”آگاتھا ہیریسن“ نے اپنے خطاب میں بانی پاکستان کوخراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ جب عوامی مخالفت کے خوف سے اکثر لوگ ہماری تحریک کی حمایت میں آواز اٹھانے کی جرأت نہیں کرتے تھےمسٹر جناح ہمیشہ ہماری دعوت پر ہمارے جلسوں میں آئے، ہر بار پر زور دلائل کے ساتھ ہماری تحریک کی حمایت کی۔بانی پاکستان کا حقوق نسواں کے لیے یہ کردار فقط مغرب کی سرزمین تک محدود نہیں تھا بلکہ انہوں نے برصغیر پاک وہند میں بھی اپنی سیاسی، قانونی جدوجہد کے ذریعے خواتین کی حوصلہ افزائی کی اور انہیں تحریک پاکستان میں شانہ بشانہ لے کر چلے، بانی پاکستان کے خواتین کے حوالے سے اسی سیاسی کردار کی وجہ

سے تحریک پاکستان میں نامور خواتین کا ایک متحرک سیاسی، تنظیمی حصہ نظر آتا ہے۔ پاکستان کے کروڑوں مردوں کو آزادی کا تحفہ دینے کے پس پردہ خواتین کا خون اور جدوجہد بھی ہے۔ تحریک پاکستان میں مسلم خواتین رہنماؤں کی ایک طویل فہرست نظر آتی ہے، علم، حلم، استقامت، جذبہ اور جدوجہد میں ایک سے بڑھ کر ایک خاتون تھی جن میں بی اماں (والدہ مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی جوہر) بیگم رعنا لیاقت علی خان، مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح، بیگم شائستہ اکرام اللہ، بیگم سلمیٰ تصدق حسین، بیگم قاضی عیسیٰ، لیڈی نصرت عبداللہ ہارون، بیگم مولانا محمد علی جوہر، بیگم قاضی منیر احمد خان، بیگم مہر النساء، صاحبزادی محمودہ بیگم، بیگم نذیر طلاء محمد، بیگم زری سرفراز، بیگم پاشا صوفی، فاطمہ بیگم، فاطمہ صغریٰ کے قابل فخر نام شامل ہیں۔ یہاں ہم جگہ کی تنگی کے باعث چند ایک نامور خواتین کے احوال بیان کریں گے۔

محترمہ فاطمہ جناح کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں انہوں نے تحریک پاکستان میں نہ صرف خواتین کو متحد کیا بلکہ بانی پاکستان کے ہر طرح کے آرام کا خیال رکھا، سب سے بڑھ کر انہوں نے تاریخ کے ایک نازک موڑ پر جب برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں کے مستقبل کا فیصلہ ہونے جا رہا تھا تو انہوں نے ان کی بیماری کے راز کو فاش نہ ہونے دیا جس پر بعد ازاں ہندو اور انگریز تبصرے کرتے رہے کہ اگر ہمیں قائد اعظم کی بیماری کا علم ہو جاتا تو وہ تقسیم ہند کے منصوبے کو ایک سال کے لیے التواء میں ڈال دیتے، محترمہ فاطمہ جناح کی زندگی بے مثال جدوجہد سے عبارت ہے، انہوں نے قیام پاکستان کے بعد بھی حقیقی جمہوریت کے قیام کے لیے قابل مثال جدوجہد کی اور اپنے عظیم بھائی کی طرح آخری سانس تک اصولوں کی سیاست کی۔ محترمہ فاطمہ جناح اکثر کہا کرتیں کہ قائد

یہ اسلام ہی کا اعزاز ہے کہ اس نے عورت کو زبانی، کلامی عزت نہیں دی بلکہ عملاً بھی اس کا معاشی تحفظ کیا اور خواتین کو وراثت میں حصہ دار ٹھہرایا۔ اسلام نے خواتین کو جو مقام و مرتبہ دیا آج بھی مغرب اس کے قریب بھی نہیں ہے

اعظم کی سخت گیری کے حوالے سے بات کی جاتی ہے لیکن وہ اپنی عام زندگی میں بہت ہنس مکھ، دردمند اور لطیف مزاج کے حامل تھے اور خواتین کا تو بے حد احترام کرتے تھے، وہ بتاتی ہیں کہ ایک مرتبہ قائد اعظم ڈھاکہ کے سفر پر روانہ ہو رہے تھے کہ ان سے عقیدت رکھنے والی ایک خاتون نے ان کے بازو پر امام ضامن باندھا قائد اعظم کو بتایا گیا کہ امام ضامن انسان کو کئی آفات سے محفوظ رکھتا ہے تو انہوں نے امام ضامن باندھنے والی خاتون سے مسکرا کر پوچھا: بی بی! یہ امام ضامن مجھے ڈان کے ایڈیٹر الطاف حسین کی تنقید سے بھی محفوظ رکھے گا؟ فاطمہ جناح بتاتی ہیں کہ ایک مرتبہ مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے ایک خفیہ اجلاس سے جب قائد اعظم گھر واپس آئے تو ان سے وہاں ہونے والے فیصلوں کے بارے میں دریافت کیا، قائد اعظم نے مسکرا کر کہا، میں تمہیں کیوں بتاؤں، میں تمہارا نمائندہ نہیں ہوں، تم اپنے نمائندے بیگم محمد علی جوہر سے پوچھو کہ کیا کیا فیصلہ ہوا۔ فاطمہ جناح نے کہا میں ان سے گفتگو کرتی ہوں مگر وہ تو کچھ بھی نہیں بتاتیں، تو قائد اعظم نے انہیں پھر مسکراتے ہوئے جواب دیا، مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ وہ تمہیں کچھ نہیں بتاتیں حالانکہ عورتوں کا خاموش رہنا بڑا مشکل کام ہے۔

بی اماں برصغیر پاک و ہند کا ایک معتبر اور قابل فخر نام ہے، بی اماں نابغہ روزگار مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی جوہر کی والدہ تھیں۔ 1925ء میں تحریک خلافت کا چرچا گھر گھر تھا اور اس مسلم کاز کے لیے بی اماں نے سخت ترین پردے میں رہ کر مسلمان خواتین کو تحریک خلافت میں اپنا کردار ادا

کرنے پر آمادہ کیا۔بی اماں ایک عظیم نیشنلسٹ بھی تھیں۔غیر ملکی مصنوعات کے بائیکاٹ کے لیے چرخے تیار کر کے دیہاتوں میں تقسیم کئے جاتے تھے اور خواتین کو سوت کات کر اپنے پہناووں کے لیے کپڑا تیار کرنے کی ترغیب دی جاتی تھی۔کھدر کو دیدہ زیب اور دلکش بنایا جاتا تھا،اس سارے عمل میں بی اماں کا ایک قابل قدر قومی واسلامی کردار تاریخ کا سنہرا باب ہے۔ یہ اس عظیم ماں کے الفاظ ہیں جب ان کے بیٹوں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کو گرفتار کر لیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں خوش ہوں میرے بیٹوں کے دل میں قوم کا درد ہے۔''جب اوکھلی میں سر دیا تو موسلوں کا کیا ڈر''۔ بی اماں کی پیدائش 1852ء میں ہوئی ان کے والد نے جنگ آزادی 1857ء میں دین اور وطن کی خاطر بھر پور حصہ لیا اور شہادت پائی۔اس عظیم خاتون کے اسلام دوستی اور اعلیٰ کردار کے مظاہرہ کے باعث برصغیر میں خواتین کو قومی مفاد کے لیے کام کرنے کی تحریک ملی۔

سیکرٹریٹ پر مسلم لیگ کا پرچم لہرانے والی فاطمہ صغریٰ تحریک پاکستان کا ایک قابل قدر نام ہے۔یونین جیک کا اترنا اور مسلم لیگ کے پرچم کا لہرایا جانا ایک ایسا واقعہ تھا جس نے تحریک پاکستان کی جدوجہد کو دو چند کر دیا، جذبے کئی گنا بڑھ گئے، فاطمہ صغریٰ ایک موقع پر بتاتی ہیں مجھے تحریک آزادی میں حصہ لینے کا بہت شوق تھا۔ اکثر اپنے والد آغا جان سے کہتی تھی کہ مجھے خواتین کے جلسوں میں جانے دیا جائے، لیکن آغا جان مجھے روک دیتے۔وہ بتاتی ہیں کہ ایک دن ایک جلوس سول سیکرٹریٹ کی طرف رواں دواں تھا، میں بھی اس میں شریک تھی، پولیس نے گھیر رکھا تھا،ہجوم سے ایک آواز بلند ہوئی کہ ہم یہاں پرچم لہرائیں گے، اس آواز نے مجھے ایک عجیب سا جذبہ اور طاقت دی، میں نے سبز ساٹن کا پرچم جسے میں لہرا رہی تھی جھٹ سے بغل میں دبایا اور سیکرٹریٹ کے آہنی دروازے پر چڑھ گئی، میں پولیس سے بے خوف عمارت کی طرف بڑھتی چلی گئی کہ چاہے جان چلی جائے میں نے یہ پرچم لہرانا ہے اور پھر اپنے اس ارادے میں کامیاب ہوئی۔غاصب انگریز کی حکومت میں فاطمہ صغریٰ کا یہ جرأت مندانہ اقدام تاریخ میں ہمیشہ انہیں تکریم سے زندہ رکھے گا۔

بیگم شائستہ اکرام اللہ بنگال کے ایک عالی مرتبت سہروردی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ان کی پیدائش جولائی 1915ء میں ہوئی،آپ نے انگریزی اور مذہبی تعلیم حاصل کی۔انہوں نے 1933ء میں کلکتہ یونیورسٹی سے بی۔اے کا امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کیا اور اس کے بعد کنگز کالج لندن اور سکول آف اورینٹل سٹڈی سے وابستہ رہیں،بیگم شائستہ اکرام اللہ نے تعلیم نسواں اور ترقی نسواں کے لیے بہت کام کیا۔خواتین میں تعلیم کی اہمیت اجاگر کرنے کے لیے بیگم شائستہ اکرام اللہ نے آل انڈیا ریڈیو سٹیشن، ریڈیو پاکستان اور بی بی سی سے بھی پیغامات جاری کئے۔بیگم اکرام اللہ کلکتہ، علیگڑھ، دہلی اور سندھ یونیورسٹی کی مجالس عاملہ کی منتخب رکن رہیں۔وہ 1940 میں مسلم لیگ کی باضابطہ رکن بنیں۔1942ء میں مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح کے خواہش پر ہندوطالبات کی تنظیم کے مقابلے میں آپ نے مسلم ویمنز سٹوڈنٹس فیڈریشن کی پہلی کانفرنس منعقد کی۔ جن دنوں برطانیہ میں خواتین ووٹ کے استعمال کا حق مانگ رہی تھیں بیگم شائستہ اکرام اللہ جیسی باشعور، جرأت مند خواتین الیکشن لڑ رہی تھیں اور وہ ہندستان کی مجلس دستور ساز اسمبلی کی رکن منتخب ہوئیں۔آپ نے مہاجرین کی آبادکاری اور بحالی کے لیے بہت کام کیا۔

نصرت عبد اللہ ہارون: بیگم نصرت ہارون 9فروری 1896ء کو ایران کے شہر کرمان میں پیدا ہوئیں،بیگم نصرت ہارون نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز 1919ء میں صوبہ سندھ میں تحریک خلافت سے کیا اور سندھ بھر کا دورہ کیا،خواتین میں شعور اجاگر کیا۔بیگم نصرت ہارون محترمہ بی اماں بیگم مولانا محمد علی

جوہر کی مہمان داری بھی کرتی تھیں۔وہ مسلم لیگ کے اجلاس میں شریک ہوتیں، سندھ صوبائی مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کی رکن بھی نامزد ہوئیں۔قیام پاکستان کے بعد بیگم نصرت ہارون نے خود کو خواتین کی سماجی و معاشی حالت بہتر بنانے کے لیے وقف کر دیا۔ انہوں نے اپنے مشن کو کامیاب بنانے کے لیے مختلف علاقوں میں سکول، کالج اور یتیم خانے کھولے جس سر عبد اللہ ہارون ٹرسٹ کے نام سے کام کر رہے ہیں اور کار خیر کے ان کاموں اور انسانی خدمت کی وجہ سے ان کا نام آج بھی زندہ ہے۔

جن دنوں برطانیہ میں خواتین ووٹ کے استعمال کا حق مانگ رہی تھیں بیگم شائستہ اکرام اللہ جیسی باشعور، جرأت مند خواتین الیکشن لڑ رہی تھیں اور وہ ہندستان کی مجلس دستور ساز اسمبلی کی رکن منتخب ہوئیں۔

بیگم رعنا لیاقت علی خان فروری 1910ء کو پیدا ہوئیں،اعلیٰ تعلیم یافتہ تھیں، 1929ء میں انہوں نے لکھنؤ یونیورسٹی سے سوشیالوجی اور معاشیات کے مضامین میں اوّل پوزیشن کے ساتھ ایم۔اے کیا۔یہ برصغیر کی پہلی خواتین ہیں جنہوں نے زراعت کی ترقی کے لیے خواتین کے کردار پر تحقیقی مقالہ جات تحریر کئے ۔ان کا ایک مقالہ''صوبہ یوپی کی زراعت میں عورتوں کا حصہ'' لکھا جو سال کا بہترین مقالہ قرار پایا۔بیگم رعنا لیاقت نے دوقومی نظریہ کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے لیڈی ماؤنٹ بیٹن اور دیگر اہم خواتین کے ساتھ مسلسل گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا، یہ تحریک پاکستان کی نامور خواتین کا کمال تھا کہ انہوں نے الگ وطن کے مطالبہ اور اس کے حصول کے لیے اپنے نکتہ نظر سے انگریز سرکار کو پوری طرح باخبر رکھا۔ ایسا ہرگز نہیں تھا کہ انگریز یا ہندو اس بات سے ناواقف ہوں کہ مسلمان چاہتے کیا ہیں؟ بیگم رعنا لیاقت نے مہاجرین کی آبادکاری کی طرف بھرپور توجہ دی، انہوں نے لاہور میں دن رات کام کیا اور قائد ملت کے نام سے اپنا ایک ہیڈ کوارٹر بنایا ہوا تھا۔ وہ مہاجرین کے کیمپوں میں جا کر خود معائنہ کرتیں، بیماروں کی بیمار پرسی کرتیں اور ہر وقت ان کی مدد کے لیے متحرک رہتیں۔اپریل 1933ء میں ان کی شادی نوابزادہ لیاقت علی خان سے ہوئی۔ جب قائداعظمؒ کی لیاقت علی خان سے لندن میں پہلی ملاقات ہوئی تو وہ بھی اس ملاقات میں شریک تھیں اور وہ لندن کی پر آسائش زندگی کو چھوڑ کر قائد اعظم کی درخواست پر ہندستان آئیں اور خواتین کو مسلم لیگ کے لیے کام کرنے پر راغب کیا۔

بیگم رعنا لیاقت علی خان نے مسلمان لڑکیوں کے لیے سکول اور انڈسٹریل ہومز بنائے اور ان کی تعلیم و تربیت کے لیے بے پایاں خدمات انجام دیں۔ بیگم رعنا لیاقت علی خان نے مہاجر خواتین کو دستکاری سے آشنا کرنے کے لیے کاٹیج انڈسٹری ایسوسی ایشن کے تحت انڈسٹریل ہوم قائم کیا، کراچی میں گل رعنا نصرت انڈسٹریل ہوم قائم کیا، بیگم رعنا لیاقت علی خان کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی ساتویں کمیٹی کے اجلاس میں پاکستان کی نمائندگی کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔آپ ہالینڈ، اٹلی اور تیونس میں پاکستان کی سفیر بھی رہیں۔ 1959ء میں حکومت پاکستان نے انہیں نشان امتیاز عطا کیا۔1973 سے 1976ء تک بیگم رعنا لیاقت علی خان نے سندھ کے گورنر کی حیثیت سے بھی ذمہ داریاں نبھائیں۔جس طرح محترمہ بے نظیر بھٹو کو پاکستان کی پہلی خاتون وزیراعظم بننے کا اعزاز حاصل ہے اسی طرح بیگم رعنا لیاقت علی خان کو بھی کسی صوبے کی خاتون گورنر ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔تحریک پاکستان میں ملک و ملت کے لیے کارہائے نمایاں انجام دینے والی ممتاز خواتین کی ایک طویل فہرست ہے مگر دختران اسلام کے مختصر صفحات ایک نشست میں ان کی خدمات کا احاطہ نہیں کر سکتے تاہم گاہے بگاہے ان عظیم خواتین کے تعارف پر مشتمل تحریریں مستقبل میں دختران اسلام کے صفحات کی زینت بنتی رہیں گی۔

☆☆☆☆☆

وجوبِ قربانی کی 4 شرائط

اسلام | آزادی | اقامت | صاحبِ اشطاعت

قربانی اللہ کی خوشنودی کے حصول کا بڑا ذریعہ ہے

قربانی کے آداب اور شرائط کو کسی طور نظر انداز نہ کیا جائے

نازیہ عبدالستار

قربانی ایک ایسا امر ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ قربانی کا سلسلہ سابقہ امت سے چلا آرہا ہے گو کہ اس کا طریقہ کار مختلف تھا۔ سب سے پہلی قربانی حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں نے دی، یہ سلسلہ چلتے ہوئے جب ابراہیم علیہ السلام پر پہنچا تو آپ نے اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ کی قربانی کے طور پر پیش کیا۔ اللہ رب العزت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی اس قدر پسند آئی کہ ان کی جگہ ایک جنتی دنبہ کی قربانی کا حکم ہوا۔ اس قربانی کی یاد کو امت محمدیہ میں رکھ دیا۔ اس وقت جو امت محمدیہ ہر سال جانور کی قربانی دیتی ہے وہ ذبح اسماعیل کی یاد کو تازہ کرتی ہے۔ قربانی ایک مقدسہ فعل ہے جو راہ خدا میں دی جاتی ہے اس لیے ایسا جانور ذبح کرنا چاہئے جو بہت خوبصورت ہو۔ قربانی کی اہمیت کے پیش نظر علماء کرام نے قربانی کی شرائط مقرر کی ہیں۔

وجوبِ قربانی کی شرائط:

قربانی کے واجب ہونے کی چار شرائط ہیں۔

پہلی شرط ...... اسلام:

وجوبِ قربانی کی پہلی شرط اسلام ہے لہٰذا اگر کافر قربانی کے دنوں میں مسلمان ہو جائے اور وہ صاحبِ نصاب ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہو جائے گی۔

دوسری شرط ...... آزادی:

کسی غلام پر خواہ اسے تجارت کرنے کی اجازت بھی ہو، قربانی واجب نہیں۔ اس لیے کہ یہ ایک مالی حق ہے جس کا مال کی ملکیت سے تعلق ہے۔ تاہم وجوبِ قربانی کے لئے اوّل سے لے کے آخر وقت تک آزاد ہونا شرط نہیں بلکہ عمر کے کسی بھی حصے میں اس کا آزاد ہونا وجوب کے لئے کافی ہوگا حتیٰ کہ آخری وقت میں آزادی ملی اور وہ نصاب کا مالک ہو گیا تو اس پر قربانی واجب ہو گی۔

(کاسانی، البدائع الصنائع، کتاب التضحیۃ، ۵: ۶۳)

تیسری شرط ...... اقامت:

وجوبِ قربانی کے لئے تیسری شرط اقامت ہے یعنی مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

(جزیری، مباحث الأضحیۃ، ۱: ۷۱۷)

اگر حالت سفر میں نفلی طور پر قربانی کی تو ثواب ہو گا۔ اگر کوئی جانور قربانی کے ارادے سے خریدا مگر قربانی کا دن آنے سے پہلے سفر درپیش آ گیا تو اسے فروخت کیا جاسکتا ہے۔

چوتھی شرط ...... مالی استطاعت:

قربانی صاحب نصاب مالدار شخص پر واجب ہے۔ صاحبِ استطاعت شخص کی تعریف کرتے ہوئے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں:

''صاحب استطاعت وہ ہے جس کے پاس سو درہم یعنی مناسب رقم ہو یا پھر اس قدر مال کا مالک ہو کہ رہنے کا مکان، پہننے کے کپڑوں اور ضروری کارآمد اشیاء کے علاوہ دو سو درہم کی مالیت کا سامان ہو یا اتنا سامانِ تجارت ہو جس سے کام چلایا جاسکے تو بھی قربانی لازم ہے یا اتنی آمدنی ہو کہ معمولی گزر بسر کے بعد بقدر نصاب بچ جائے۔ یہ بھی ایک رائے ہے کہ اس کے کاروبار سے اتنی آمدنی ہو کہ ایک مہینے کا خرچ، خوراک نکل آئے اگرچہ سامانِ خانہ وقف کا ہو تو بھی قربانی واجب ہے۔''

(جزیری، کتاب الفقہ، مباحث الأضحیۃ، ۱: ۷۱۶)

صاحب ہدایۃ کا قول ہے:

''آزاد مسلمان جب اپنی رہائش، لباس، گھوڑے، ہتھیار اور غلام وغیرہ سے زائد نصاب کا مالک ہو تو قربانی واجب ہے۔''

(مرغینانی، الہدایۃ، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ۱: ۱۱۵)

قربانی کرنے والے کی شرائط:

۱۔ قربانی کی نیت کرنا:

رضائے خداوندی کے حصول کی نیت کے بغیر قربانی جائز نہیں ہوتی کیونکہ بعض اوقات گوشت کے لئے بھی جانور ذبح کیا جاتا ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِىءٍ مَا نَوَى.

(بخاری، الصحیح، کتاب بدء الوحي، باب کیف کان بدء الوحي إلی رسول اللہ ﷺ، ۱:۱، رقم: ۱)

''اعمال کے نتائج نیتوں پر موقوف ہیں، آدمی کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہو۔''

قربانی کے لئے دل سے نیت کرنا کافی ہے، زبان سے کچھ کہنا ضروری نہیں ہے۔

۲۔ حصہ داروں کا تعین:

جس قربانی میں حصہ داروں کی گنجائش ہو وہاں کوئی ایسا شخص حصہ دار نہ بنایا جائے جو سرے سے رضائے خداوندی کی نیت ہی نہ رکھتا ہو۔ یہی حکم قربانی کے علاوہ باقی نیکی کے کاموں کا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''اگر قربانی کرنے والے کے ساتھ باقی چھ میں کوئی نصرانی گوشت کے ارادے سے شریک ہو تو کسی کی قربانی صحیح نہ ہو گی۔''

(فتاویٰ عالمگیری، کتاب الأضحیۃ، ۸: ۴۶۹)

۳۔ ذبح کرنے والے کو قربانی کی اجازت دینا:

قربانی کرتے وقت ذبح کرنے والا کوئی اور ہو تو جب تک قربانی کرنے والے کی جانب سے اجازت نہ ہو قربانی جائز نہ ہوگی۔ دراصل انسان جو عمل کرتا ہے وہ اپنے لئے ہی کرتا ہے، اس لئے دوسرے کو اس کی اجازت دینے کا مجاز بھی وہی ہوسکتا ہے۔ اگر اس نے ذابح کو قربانی کی اجازت نہ دی تو قربانی اس کی طرف سے نہیں ہو گی۔ عاصم بن کلیبؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

ایک عورت نے مالک کی اجازت کے بغیر اس کی بکری ذبح کر کے حضور علیہ السلام کو پیش کر دی تو حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کے کھانے سے منع کیا اور فرمایا:

أَطْعِمُوْهَا الْأُسَارَى

(احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۹۳، رقم: ۲۲۵۶۲)

''اسے قیدیوں کو کھلا دو۔''

قربانی کے وقت سے متعلقہ شرط:

قربانی کے وقت سے متعلقہ شرط یہ ہے کہ قربانی قبل ازوقت جائز نہیں ہوتی۔ حضرت انس ﷛ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے نماز عید پڑھی، خطبہ دیا اور حکم فرمایا:

مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ أَنْ يُعِيدَ ذِبْحًا.

(مسلم الصحیح، کتاب الأضاحی، باب وقتھا، ۳: ۱۵۵۵، رقم: ۱۹۶۲)

''جس نے نماز سے پہلے قربانی کی وہ اس کو دہرائے۔ (یہ اس کے بدلے دوسرے جانور کی قربانی دے)''

قربانی کے جانور سے متعلقہ شرائط:

قربانی کے جانور کا واضح عیب سے پاک ہونا ضروری ہے۔ اندھا یا کانا جس کا کانا پن واضح ہو، ایسا لنگڑا جو اپنے قدموں سے قربان گاہ تک چل کر نہ جا سکتا ہو، اتنا کمزور جانور جس میں گوشت برائے نام ہو اور جڑ سے کٹے ہوئے کان یا دُم کٹے جانور وغیرہ کی قربانی کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح صاحب فتاویٰ عالمگیری نے لکھا ہے کہ

۱۔ جس جانور کے دانت نہ ہوں، اگر وہ چارا کھا لیتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔

۲۔ جو جانور مجنون ہوگیا ہو تو اگر وہ چارہ کھا سکتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔ خارش زدہ جانور اگر موٹا تازہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

۳۔ جس جانور کی زبان کٹی ہوئی ہو اور وہ چارہ کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔

۴۔ جس جانور کی چار ٹانگوں میں سے ایک ٹانگ کٹی ہوئی ہو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔

۵۔ شریعت کا یہ قاعدہ ہے کہ جو عیب کسی جانور کے فائدہ کو بالکل ختم کردے یا خوبصورتی کو ضائع کردے اس کی قربانی جائز نہیں اور جو عیب اس سے کم درجہ کا ہو اس کی وجہ سے قربانی ممنوع نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری، کتاب الأضحیۃ، ۶: ۴۵۷)

جانور کا گوشت حلال ہونے کی شرط:

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے ایسے جانوروں کا گوشت حلال فرمایا ہے جو انسانی صحت کے لیے نقصان دہ نہیں اور جن جانوروں کا گوشت انسانی صحت کے لیے مضر ہے ان کو حرام قرار دیا ہے۔ حلال جانور اگرچہ طبعی موت مر جائے تو وہ بھی حرام ہوجاتا ہے کیونکہ اس کا خون رگوں اور شریانوں میں ہی جم جاتا ہے جس سے جانور کے جسم میں فاسد مادہ پیدا ہو جاتا ہے جو مضر صحت ہے۔

نیز اس لیے بھی کہ شریعت میں پاکیزہ اور حلال و طیب اشیاء کو کھانے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ.

(المائدۃ، ۵: ۴)

''لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے لیے کیا چیزیں حلال کی گئی ہیں، آپ (ان سے) فرما دیں کہ تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔''

ذبیحہ شرعی کی درج ذیل شرائط ہیں:

شرطِ اول: تسمیہ اور تکبیر شرطِ دوم: اختیار ذبیحہ

شرطِ سوم: ذبح کی اہلیت شرطِ چہارم: آلہ ذبح کا ہونا

الغرض اللہ کے راستے میں خوبصورت و بے عیب جانور ذبح کرنا چاہئے جتنی پیار و محبت اور خلوص نیت سے قربانی دی جائے گی اللہ رب العزت کے ہاں نہ صرف قبولیت کا درجہ حاصل کرتی ہے بلکہ قرب و خوشنودی کا باعث بھی بنتی ہے۔

☆☆☆☆☆

آثارِ قلم

"فلسفۂ حج" شیخ الاسلام کی علمی تحقیقی کتاب

اس میں ملتِ اسلامیہ کو حج جیسی اہم عبادات کی حقیقی روح سے روشناس کروایا گیا

کتاب میں خطبہ حجۃ الوداع کی روشنی میں فکری، معاشرتی انقلاب پر روشنی ڈالی گئی ہے

مرتبہ: ماریہ عروج

کتاب کا عنوان:

زیر مطالعہ کتاب کا عنوان فلسفہ حج ہے۔ یہ کتاب عقیدے اور عبادات کے زمرہ میں آتی ہے۔ حج کے موضوع پر لاتعداد کتب لکھی گئیں، لیکن وہ کتب حج کے ارکان، مسائل، مسنون طریقہ یا پھر حج کے متعلق فقہائے کرام کے فتاویٰ جات پر بحث کرتی ہیں۔ فلسفہ حج از "ڈاکٹر طاہرالقادری" اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے۔ اس کتاب میں حج کے مناسک، مسائل اور آداب وغیرہ ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ حج کے فلسفہ کو احسن انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

سببِ تالیف:

اس کتاب کی تالیف مئی 1989ء میں ہوئی۔ موجودہ صدی میں امت محمدی ﷺ زندگی کے ہر شعبہ میں خواہ معاشی ہو یا معاشرتی، سیاسی ہو یا سماجی، قانونی ہو یا مذہبی جمود اور تعطل کا شکار ہے۔ جہاں ہر میدان میں زوال سے دو چار ملت اسلامیہ کی علمی اور فکری سمتیں اپنے اصل مرکز سے ہٹ گئیں وہاں اسلامی عقائد و اعمال بھی محض رسوم میں بدل کر اپنی عملی تاثیر کھو بیٹھے۔ ان حالات میں ڈاکٹر طاہرالقادری نے ملت اسلامیہ کو دیگر عبادات کے ساتھ ساتھ حج جیسی اہم عبادات کی حقیقی روح سے روشناس کروایا۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے انہوں نے کئی خطابات کیے۔ نیز یہ کتاب فلسفہ حج بھی مدون کی گئی۔

دائرہ کار:

اس کتاب میں حج کی خصوصی اہمیت کو اس حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ یہ ایسی عبادت ہے جو عشق و محبت کی مظہر ہے۔

۱۔ تاریخی پس منظر کو بیان کرتے ہوئے قبل از اسلام حج کی تحریف شدہ جاہلانہ رسوم اور ان پر حکم الٰہی کو بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ خطبہ حجۃ الوداع کی روشنی میں سرزمین مکہ پر فکری، سیاسی، معاشی اور معاشرتی انقلاب کا ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔ حج کے مناسک و فرائض کی بجا آوری میں حضرت ابراہیمؑ کی مرکزی حیثیت کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

۴۔ مناسک حج کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔

۵۔ حج کے مسائل، آداب اور مسنون طریقہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

کتاب کا خلاصہ:

یوں تو اسلام کے ہر رکن کی ادائیگی اور قبولیت کا دارومدار محبت پر ہے، لیکن حج محبت کا نقطہ عروج ہے۔ اس کا ہر رکن رسوم محبت کی ادائیگی ہے۔ حج میں انسان محبوب کی رضا کے لیے زیب و زینت کا لباس اتار کر صرف دو سادہ چادریں پہن لیتا ہے۔ جائز نفسانی خواہشات سے بھی دست کش ہوکر صرف اللہ کی یاد میں اس کے محبوب بندوں کی سنت کے مطابق دیوانہ وار دوڑتا ہے۔ اللہ نے انسان کی خلقت میں محبت اور چاہت کا جذبہ ودیعت کردیا ہے۔ اس نے انسان کے جذبات اور داعیاتِ عشق و محبت کی تسکین کے لیے اس مادی دنیا میں

بے شمار اسباب مہیا فرمائے ہیں۔ مجازی محبت دائمی نہیں ہوتی، اس میں ایک مقام ایسا آتا ہے جب جذبہ محبت ماند پڑنے لگتا ہے۔ اگر جذبہ محبت خلوص اور وفاداری پر مشتمل ہو تو مشیت ایزدی قدم قدم پر انسان کی رہنمائی کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ بندوں کی رہنمائی کے لیے ارشاد فرماتا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللهِ ط وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ. (البقرہ ۲:۱۶۵)

''اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ کے غیروں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں اور ان سے 'اللہ سے محبت' جیسی محبت کرتے ہیں، اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ (ہر ایک سے بڑھ کر) اللہ سے بہت ہی زیادہ محبت کرتے ہیں''۔

اس آیت کریمہ کی روشنی میں اہل ایمان کا شیوہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جوں جوں ان کا ایمان اپنے کمال کو پہنچتا ہے وہ دنیوی محبوبان سے کٹ کر ذات باری تعالیٰ سے ٹوٹ ٹوٹ کر محبت کرنے لگتے ہیں۔ یہ تقاضائے محبت ہے کہ محبوب کے ہجر میں عاشق زار کو اس سے منسوب کوئی بھی چیز نظر آجائے تو وہ اپنی جان سوختہ کی تسکین کے لیے اس کی طرف دیوانہ وار لپکتا ہے۔

نماز میں بندہ اپنے رب کی یاد میں یکسوئی اور محویت کے عالم میں مستغرق ہوکر آنسو بہاتا ہے لیکن نماز میں رونا دھونا اور نالہ و زاری جذبہ محبت الٰہی کی تسکین نہیں کرتا بلکہ بندہ مومن کے سینے میں عشق و محبت کی آگ کو اور بھڑکا دیتا ہے۔ اسی طرح عبادت ہے جو سر تا پا جنون و وارفتگی کی آئینہ دار ہے۔ حاجی سب سے پہلے کفن کے مشابہ دو ان سلی چادریں زیب تن کرتا ہے اور ننگے پاؤں محبوب کے گھر کے صحن میں دیوانہ وار دوڑنے لگتا ہے۔ ایک گوشے میں لگے پتھر کی طرف دیوانہ وار لپکتا ہے اور بے اختیار اسے چومنے لگتا ہے۔ اسے بس اتنا پتہ ہے کہ یہ حجر اسود ہے، جسے حضور ﷺ نے بوسے دیئے تھے پھر مقام ابراہیم پر جہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان ثبت ہیں رک جاتا ہے اور ارشاد خداوندی کی تکمیل میں سجدہ ریز ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ سوائے جذبہ محبت کی تسکین کے اور کیا ہے؟ پھر وہ حضرت ہاجرہؓ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے صفاہ مروہ کے درمیان بھاگتا ہے۔ پھر حجامت کروا کر منیٰ کی طرف بھاگتا ہے۔ خیمے گاڑتا ہے اور عرفات میں شام تک قیام کرتا ہے پھر خیمے اکھڑوا کر خانہ بدوشوں کی طرح چل پڑتا ہے۔ نماز عصر کا وقت آتا ہے تو عصر کی نماز ظہر کے ساتھ ملا کر پڑھتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ صرف اس لیے کہ اس کے محبوب ﷺ نے اس میدان عرفات میں ظہر و عصر کو ملا کر پڑھا تھا۔ اب اس کی اتباع ہر کس و ناکس کے لیے واجب قرار پایا۔ پھر مغرب کا وقت آجاتا ہے وہ عمر بھر غروب آفتاب کے بعد نماز مغرب ادا کرنے کا پابند تھا لیکن یہاں آکر قانون شریعت کی وہ پابندی معطل ہوگئی۔ وہ نماز کا وقت دیکھتا ہے لیکن اس کی ادائیگی سے اس لیے گریز کرتا ہے کہ محبوب خدا ﷺ نے اس وقت نماز ادا نہیں کی تھی۔ وہ اسے قضا کرکے مزدلفہ جاکر عشاء کی نماز کے ساتھ پڑھتا ہے۔

مزدلفہ پہنچ کر سفر سے گریز پا انسان سوچتا ہے کہ رات گزارنے کے بعد کچھ ستاؤں اور آرام کرلوں لیکن ندا آتی ہے کہ مزدلفہ کو چھوڑ کر خیمہ یہاں گاڑے اور پتھر کے ستونوں کو شیطان سمجھ کر انہیں کنکریاں مار! عقل لاکھ کہتی ہے کہ شیطان کہاں یہ تو پتھر ہیں، انہیں کنکریاں کیوں ماری جائیں؟ لیکن عشق کہتا ہے کہ یہاں تیرا حکم نہیں چلتا میرا حکم یہ ہے کہ ان پتھروں کو کنکریاں ماری جائیں۔ پس وہ محبت کے آگے سر تسلیم خم کرکے تین دن تک انہیں کنکریاں مارنے جاتا ہے۔ اس فعل کو اللہ کے ایک مقرب بندے سے نسبت ہے جس نے ایسا ہی کیا تھا۔ اللہ کو یہ ادا اتنی پسند آگئی کہ اب اس کی یاد کو قیامت تک دہرانے کا حکم دے دیا گیا۔

پھر اللہ کا بندہ منیٰ پہنچ کر قربانی کرتا ہے اور قربانی کے بعد شہر مکہ لوٹ آتا ہے۔ کبھی یہ صحرا نوردی اور بادہ پیمائی اور کبھی یہ شہر گردی عجیب معاملات عشق ہیں! شعائر اللہ کی بغیر سوچے سمجھے تعظیم اور دیوانہ وار طواف اور بھاگ دوڑ یہ سب باتیں پاس ادب اور تقاضائے محبت ہیں ان کی کوئی عقلی توجیہ ممکن نہیں۔ بس محبوبان الٰہی کی یادیں ہیں جنہیں جاری و ساری کرنے کا اہتمام عبادت کا درجہ اختیار کرگیا ہے۔

یہ کتاب اس موضوع پر اہم فکری و روحانی معلومات سے بھرپور ہے۔ میری تمام قارئین سے گزارش ہے کہ اپنی علمی و فکری تربیت کے پیش نظر اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں۔ ☆☆

فلسفہ حج میں بیان کئے گئے حج کے مسنون طریقہ کو ذیل میں ایک چارٹ کی شکل میں بیان کیا گیا ہے:

1۔ احرام
غسل کرنا اور جسم پر خوشبو لگانا
میقات پر پہنچ کر احرام باندھنا
عمرہ کی نیت کرنا اور تلبیہ پڑھنا

2۔ عمرہ
بیت اللہ شریف کا طواف کرنا
مقام ابراھیم کے سامنے دو رکعت نماز ادا کرنا
زم زم پی کر سعی کرنا
حلق کروانا

3۔ 8 ذوالحجہ کی صبح
حج کی نیت کرنا اور احرام باندھنا
منی کی طرف روانگی
منی میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی نماز ادا کرنا

4۔ 9 ذوالحجہ کی صبح
طلوع آفتاب کے بعد عرفات کی طرف روانگی
ظہر کے وقت امام حج کا خطبہ
ظہر کے وقت ظہر اور عصر کو ملا کر پڑھنا
عرفات میں قبلہ رخ ہو کر دعائیں اور مناجات

5۔ 9 ذوالحجہ کی شام
غروب آفتاب کے بعد نماز مغرب ادا کئے بغیر مزدلفہ روانگی
مغرب اور عشاء جمع کر کے پڑھنا
10 ذوالحجہ کی صبح نماز فجر کے بعد کھڑے ہو کر خوب دعائیں مانگنا

6۔ 10 ذوالحجہ کی صبح
مزدلفہ میں توقف کے بعد منی روانگی
بڑے شیطان کی رمی
قربانی کرنا
حلق کروانا　　احرام کھولنا

7۔ 10۔ 12 ذوالحجہ
منی سے مکہ جا کر طواف زیارت کرنا
سعی کرنا

8۔ 10، 11، 12، 13 ذوالحجہ
ایام تشرق منیٰ میں گزارنا
روزانہ زوال آفتاب کے بعد جمرہ اولیٰ، جمرہ وسطیٰ اور جمرہ عقبہ کی بالترتیب رمی کرنا
13 ذوالحجہ کو واپس مکہ آنا

9
مکہ مکرمہ سے رخصت ہونے سے قبل طواف زیارت کرنا

زباں پر ذکرِ ایزدی ہر دم رواں رکھنا..... فقط یادِ الٰہی سے غرض اے میری جاں رکھنا

حمد شاعری کی اصناف میں سے پہلی صنف

حمد باری تعالیٰ عربی، اردو، فارسی زبان میں لکھی جارہی ہیں

سمیعہ اسلام

میں خود بھی نہیں اپنی حقیقت کا شناسا
گہرا ہے میرے بحرِ خیالات کا پانی

اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃٌ

بے شک بعض اشعار حکمت ہیں۔

(بخاری ومسلم وترمذی)

شاعری کی مختلف اصناف میں سے پہلی صنف جس کا یہاں ذکر کیا جارہا ہے ''حمد'' کہلاتی ہے۔ حمد ایک عربی لفظ ہے، جس کے معنیٰ ''تعریف'' کے ہیں۔ حمد باری تعالیٰ، کئی زبانوں میں لکھی جاتی رہی ہے۔ عربی، فارسی اور اردو زبان میں اکثر دیکھی جاسکتی ہے۔ رب کی تعریف ہر زبان میں اور ہر مذہب میں پائی جاتی ہے۔ وہ نظم جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جائے اللہ کی صفات اس کی عظمت کا ذکر کیا گیا ہو۔ یہ نظم کسی بھی ہیت میں ہوسکتی ہے۔

وَلَو اَنَّمَا فِی الْاَرْضِ مِن شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ یَمُدُّہُ مِنْ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌO (سورہ لقمان:27)

''زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ قلم بن جائیں اور سمندر اور اس کے بعد سات سمندروں کا پانی سیاہی ہو جائے تب بھی اللہ کی باتیں (حمد وثنا) ختم نہ ہوں گی''۔

اللہ کی تعریف و توصیف ہر زمانے میں ہوتی رہی ہے۔ یہ ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔ عربی کا لفظ ''حمد'' اللہ تعالیٰ کی تحمید و تمجید کے لیے مختص ہو گیا ہے۔ جس کے لیے حمد یہ شاعری نے ایک مستقل صنف سخن کی صورت اختیار کر لی ہے۔ صرف عربی، فارسی ہی نہیں دیگر زبانوں میں بھی اس کا ذخیرہ موجود ہے۔

حمد کی دینی و ادبی قدر و قیمت:

دنیا کی ہر زبان کے شاعروں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کو پیش نظر رکھا ہے اور اسے یاد کیا ہے۔ اردو زبان میں جب سے شاعری کا آغاز ہوا تبھی سے حمد لکھی گئی لیکن حمد سے زیادہ توجہ نعت پر دی گئی ہے۔ حمد کی دینی اور ادبی قدر و قیمت کی وجہ سے یہ صرف ہمارے مضطرب جذبات کی تسکین کا سامان، تفنن طبع، احساس جمال، انفرادی لذت کوشی، خوف خدا، بصیرت و بصارت کی توثیق یا شاعری برائے شاعری نہیں ہے بلکہ ادب میں اس کی مستقل صنفی حیثیت ہے۔ یہ صحیح ہے کہ عروض و بلاغت اور اصناف سخن کی قواعد کی کتابوں میں حمد و مناجات کی صنفی حیثیت کا ذکر نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غزل گو، مرثیہ گو، رباعی گو یا مثنوی و قصیدہ نگار شعرا نے حمد پر باضابطہ یا خصوصی توجہ نہیں دی بلکہ عقیدت اور بسم اللہ کے طور پر رسم پوری کرتے رہے ہیں حالانکہ حمد و مناجات کے لئے والہانہ عشقیہ جذبے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اظہار و افعال و اعمال اس سے وابستہ ہیں۔ مہارت و محاربت، متانت و سنجیدگی اور جوش ربانی کی فراوانی کے بغیر کوئی بھی شاعر حمد میں اظہار عقیدت نہیں کرسکتا۔

مختلف ادوار میں حمد کے فکری اور اسلوبیاتی تجربے یقیناً ہوتے ہیں اور اسلوبیاتی تغیر بھی محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ مثلاً حمد کے یہ اشعار ملاحظہ کیجئے:

کامل ہے جو ازل سے وہ ہے کمال تیرا
باقی ہے ابد تک وہ ہے جلال تیرا
(حالی)

حرف آغاز تو حرف آخر بھی تو
دو جہاں تیری قدرت ہیں قادر بھی تو
(ابراہیم اشک)

حمد سے بے توجہی کی وجہ ماحول بھی رہا ہے۔ اردو میں حمدیہ شاعری کا پہلا مجموعہ غلام سرور لاہوری کا ہے جو ''دیوان حمد ایزدی'' کے نام سے ۱۸۸۱ء میں مطبع نول کشور، لکھنو سے شائع ہوا۔

زباں پر ذکر حمد ایزدی ہر دم رواں رکھنا
فقط یاد الٰہی سے غرض اے مری جاں رکھنا

حمدیہ شاعری کا دوسرا مجموعہ مضطر خیر آبادی کا ''نذر خدا'' ۱۲۹۱ء میں شائع ہوا۔ سرورق پر یہ شعر درج ہے:

مبارک اے زباں دنیا میں جو کچھ بھی کہا تو نے
وہ میں نے لکھ لیا اور کر دیا نذر خدا تو نے

حمد باعث تسکین قلب ہے۔ اس سے فرحت اور روحانی سکون حاصل ہوتا ہے۔ آفاقی اور ابدی حقیقتوں کی آگہی سے بھرپور اس صنف کی طرف نعت کے مقابلے میں توجہ کم دی گی ہے اور سس کا مواد بکھرا پڑا ہے۔

قدیم حمدیہ شاعری میں شعری محاسن:

''حمد ثنائے جمیل ہے'' اس ذات محمود کی جو خالق سماوات و الارض ہے۔ جس کی کارفرمائی کے ہر گوشے میں رحمت و فیضان کا ظہور اور حسن و کمال کا نور ہے۔ پس اس مبدءِ فیض کی خوبی و کمال اور اس کی بخشش و فیضان کے اعتراف میں جو بھی تحمیدی و تمجیدی نغمے گائے جائیں گے ان سب کا شمار حمد میں ہو گا۔ حمد دراصل خدا کے اوصاف حمیدہ اور اسمائے حسنیٰ کی تعریف ہے۔

اردو شعراء نے اپنی عقیدت و ایمان کے گل ہائے معطر حمدیہ اشعار کی لڑیوں میں پرو کر باری تعالیٰ کے اوصاف حمیدہ اور اسمائے حسنیٰ کے گیسو ہائے معتبر سجائے ہیں۔ خدائے عزوجل کی تحمید و تمجید کے یہ نقش ہائے دل پذیر اور ثنا و توصیف کے یہ دریائے بے نظیر شعری پیکر میں ڈھل کر ادبی سرمائے میں اضافہ کرتے رہے ہیں۔ دیگر اصنافِ سخن کے ساتھ ساتھ حمدیہ شاعری کے سلسلے میں بھی اردو شعرا نے ایرانی شعراء کے اس قبیل کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھا لیکن قابل غور امر یہ ہے کہ ان کے خلاق تخیل نے دیگر اصناف کی طرح اس صنف میں بھی اپنے ہی دلی جذبات کی اپنے مخصوص انداز میں ترجمانی کی ہے۔

میرے لب پہ ورد ہے لا الٰہ
یہی ورد ہے جو عظیم ہے
تو غفور ہے تو رحیم ہے
تیری رحمتوں کی حدیں نہیں
تیری کائنات کے درمیاں
میں تھا ایک نقطۂ نا تمام
مرے مہربان! ترا شکریہ
مجھے دے کے وصفِ الٰہیہ
تو نے کیا سے کیا ہے بنا دیا
تو نے بندگی مجھے کی عطا
مری بندگی بڑی بات ہے
یہ تو عکس ہے تری ذات کا
تری ذات سے مری ذات ہے
ترے در پہ سر بسجود ہوں
مجھے آگہی سے نواز دے
مجھے رنگ فقرو نیاز دے

حمد گوئی کی روایت کو آگے بڑھانے اور اس کی ترویج و ترقی کے لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ کثرت سے حمد تخلیق کی جائے، تزک و احتشام کے ساتھ حمدیہ محفلیں منعقد کی جائیں اور اخبارات و رسائل کے مدیران معتبر قلم کاروں سے حمدیہ مضامین و مقالے بھی لکھوائے جائیں۔ تاکہ ہمارا حمدیہ ادب بھی دوسرے ادب پاروں کے بالمقابل بھرا دکھائی دے۔

☆☆☆☆☆

جس دل میں قرآن نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے

مادیت پرستی کا خاتمہ قرآن پاک کی تعلیمات کو عام کرنے میں ہے

منہاج القرآن ویمن لیگ الہدایہ فورم کے زیر اہتمام قرآن فہمی کا عالمگیر پروگرام

لبنیٰ مشتاق

خالق یعنی اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کے سوا باقی جو کچھ ہے وہ اس کی مخلوق ہے۔ اس ساری زمین پر کوئی ایسی شے نہیں جو مخلوق کی جنس میں سے نہ ہو اور کوئی ایسی حقیقت نہیں جو اللہ (خالق) اور ہمارے (مخلوق) کے درمیان مشترک ہو اور ہمارے لیے اللہ کی قربت کا ذریعہ بن سکے۔ سوائے قرآن مجید کے جو ہمارے پاس اللہ کی ایک نعمت ہے۔ یہ نہ خالق ہے اور نہ مخلوق میں سے ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے۔ یہ ایسا صحیفہ انقلاب ہے جس میں ہماری دنیا اور آخرت کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ امت مسلمہ زوال کی جس دلدل میں دھنستی جارہی ہے اس کی سب سے بڑی وجہ قرآن مجید سے دوری ہے۔ امت مسلمہ کو پھر سے انقلاب آشنا کرنے کے لیے قرآن مجید کے ساتھ فکری اور عملی طور پر جوڑنا ہوگا۔ اسی مقصد کے پیش نظر منہاج القرآن ویمن لیگ میں الہدایہ فورم کی بنیاد رکھی گئی۔ جس کے تحت ملک بھر میں قرآن کلاسز کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ ان کا تدریسی ڈھانچہ ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ ان قرآن کلاسز کی کامیابی کو دیکھتے ہوئے ماہنامہ دختران اسلام میں الہدایہ کارنر کے نام سے ایک مستقل سلسلے کا آغاز کیا جارہا ہے جو یقیناً قارئین کے لیے قرآن فہمی میں معاون ثابت ہوگا۔

قرآن مجید کی فضیلت از روئے قرآن:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ.

’’ایمان والے (تو) صرف وہی لوگ ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے (تو) ان کے دل (اس کی عظمت و جلال کے تصور سے) خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ (کلامِ محبوب کی لذت انگیز اور حلاوت آفریں باتیں) ان کے ایمان میں زیادتی کر دیتی ہیں اور وہ (ہر حال میں) اپنے رب پر توکل (قائم) رکھتے ہیں (اور کسی غیر کی طرف نہیں تکتے)‘‘۔ (الانفال، ۸: ۲)

قرآن مجید کی فضیلت از روئے حدیث:

i۔ تعلیم و تعلم قرآن کی فضیلت:

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ. (بخاری)

’’تم میں سے بہتر وہ ہے جو (خود) قرآن حکیم سیکھے اور (دوسروں کو بھی) سکھائے‘‘۔

ii۔ قرآن کریم سے دوری اللہ تعالیٰ سے دوری ہے:

عن ابن عباس قال: قال رسول اللهؐ ان الذی لیس فی جوفه شیء من القرآن، کالبیت الحزب. (ترمذی)

''حضرت (عبداللہ) بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جس کے دل میں قرآن کریم کا کچھ حصہ بھی نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔

iii۔قرآن والے ہی اللہ والے ہیں:

عن انس قال: قال رسول اللہؐ: ان اللہ اھلین من الناس. قالوا: من ھم یارسول اللہ قال: اھل القرآن ھم اھل اللہ وخاصتہ. (ابن ماجہ)

''حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سے کچھ اہل اللہ ہوتے ہیں۔صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کون (خوش نصیب) ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: قرآن والے، وہی اللہ والے اور اس کے خواص ہیں''۔

دورہ قرآن کے مقاصد:

۱۔قرآن مجید کے ساتھ حبی وقلبی تعلق استوار کرنا۔
۲۔قرآن حکیم کی درس و تدریس کو عام کرنا۔
۳۔قرآن مجید کی تعلیمات کو اپنی زندگی میں اپنانے کا عزم کرنا۔
۴۔معاشرتی مادیت پرستی کے فتنہ کا قرآنی تعلیمات کے ذریعے مقابلہ کرنا۔
۵۔آئندہ نسل میں قرآن مجید کی محبت اور اس سے ٹوٹا ہوا تعلق بحال کرنا۔

قرآن مجید کے ساتھ شغف اور رغبت پیدا کرنے کے درجات:

قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ شغف اور اس کی رغبت دلوں میں پیدا کرنے کے چار درجات ہیں:

۱۔ قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ (ٹھہر ٹھہر کر) ذوق اور شوق سے پڑھنا۔
۲۔ قرآن مجید کے معانی، مطالب، مفاہیم، مراد اور پیغام کو سمجھنا۔
۳۔ قرآن مجید کو سمجھنے کے بعد اپنی زندگی میں ڈھالنا یعنی اس کی تعلیمات کو عملی جامہ پہنانا۔
۴۔ قرآن مجید کی تعلیمات کو آگے پہنچانا تاکہ دوسرے لوگ بھی اس نعمت میں شریک ہوں اور وہ بھی اس نورِ ہدایت سے فیض یاب ہوں۔

سلیبس دورہ قرآن:

اس دورہ قرآن کا مقصد عامۃ الناس کا قرآن مجید کے ساتھ قلبی وحبی تعلق استوار کرنا اور از خود قرآن مجید کو پڑھنے اور سمجھنے کے قابل بنانا ہے تاکہ انفرادی زندگیوں کی اصلاح سے اسلامی معاشرے کی تشکیل کا سفر مکمل ہوسکے۔ دورہ قرآن کا سلیبس درج ذیل اجزاء پر مشتمل ہے:

۱۔تجوید ۲۔گرائمر ۳۔لفظی و بامحاورہ ترجمہ
۴۔تفسیر نکات ۵۔فقہی مسائل
۶۔مسنون دعائیں(حفظ)
۷۔احادیث مبارکہ (حفظ)

آج ہمیں اپنی زندگیوں میں قرآن مجید کو اس طرح شامل کرنا ہوگا کہ مرتے دم تک یہی ہماری جائے پناہ رہے۔ہمیں چاہئے کہ ہر روز اس کے لئے کچھ وقت نکالیں، بڑی محبت اور رغبت کے ساتھ اس کو پڑھیں۔

☆☆☆☆☆

اظہار تعزیت

محترمہ عائشہ شبیر کے والد صاحب قضائے الٰہی سے وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
اللہ رب العزت انہیں جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

فقہ النساء: اسلام میں میاں بیوی کے حقوق و فرائض

اسلام میں مرد کو قوام اور کما کر خرچ کرنے والا کہا گیا ہے

خاندانی نظام میں عورت شوہر کے گھر کی نگران ہے

ہما لطیف

دین اسلام واحد ضابطہ حیات ہے جس میں ہر ذی نفس کے حقوق و فرائض کا تعین کیا گیا ہے، خواتین کے حقوق، بیوی کے حقوق، ماں کے حقوق اور فضیلت، بہن، بیٹی نیز مرد و زن جس روپ اور رشتے میں بھی ہیں ان کے حقوق و فرائض صراحت سے بیان کیے گئے ہیں، فی زمانہ ہر فرد اپنے حقوق کے حوالے سے باز پرس کرتا نظر آتا ہے مگر وہ اپنے فرائض سے صرف نظر کرتا ہے، سوسائٹی میں اعتدال اور توازن محض حقوق کی باز پرس یا فرائض پر توجہ مرتکز کرنے سے نہیں آئے گا، دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے، گھریلو زندگی میں عدم توازن ایک بڑے سماجی مسئلہ کے طور پر سامنے آرہا ہے، اس سے ایک گھر یا ایک خاندان ذہنی اذیت میں مبتلا نہیں ہوتا بلکہ اس کے اجتماعی معاشرتی زندگی پر بھی منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں، اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ رشتوں کے مابین حقوق و فرائض کے اسلامی، اخلاقی تصور کو اجاگر کیا جائے تاکہ رشتے اور تعلق ایک دوسرے کیلئے زحمت کی بجائے رحمت بن سکیں، خانگی و عائلی زندگی سے متعلق شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی نہایت شاندار کتاب ''نکاح اور طلاق'' شائع ہو چکی ہے، یہ کتاب قرآن و سنت کی روشنی میں احکام و مسائل کے حوالے سے انتہائی مفید معلومات پر مشتمل ہے، حقوق و فرائض کے بارے میں تصورات واضح کرنے کیلئے شیخ الاسلام نے انتہائی سلیس اور جاذب نظر اسلوب تحریر اختیار کیا ہے۔ مفہوم و مطالب کو سہل بناتے ہوئے اس ساری بحث کو سوال و جواب کی شکل میں بیان فرمایا ہے تاکہ خاص و عام اس سے استفادہ کر سکیں، زیر نظر سوال و جواب اسی کتاب سے لیے گئے ہیں۔(ایڈیٹر)

سوال: بیوی کے حقوق کیا ہیں؟

جواب: اسلام نے خاندانی نظام میں عورت کو شوہر کے گھر کی نگران بنایا ہے، نیز مرد اور عورت کے درمیان حقوق کا منصفانہ دستور پیش کیا۔ دونوں کیلئے ایک ہی راہ اور ایک ہی دستورِ حیات تجویز کرنے کی ترغیب دی اور دونوں کے الگ الگ حقوق معین کیے ہیں۔

نفقہ کے حقوق:

اسلام میں مرد کو قوام اور کما کر خرچ کرنے والا کہا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

مرد عورتوں پر محافظ و منتظم ہیں اس لیے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے (بھی) کہ مرد (ان پر) اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔

اسی فضیلت و قوامیت کی بناء پر معاشرتی زندگی میں اس پر عورت کی نسبت زیادہ حقوق عائد کیے گئے ہیں۔ نکاح کا تعلق گو برابری کی بنیاد پر طے پاتا ہے اور اس میں فریقین کی رضا و رغبت کو یکساں طور پر دخل ہوتا ہے مگر پھر بھی اسلام اس رشتہ ازدواج میں مرد پر زیادہ ذمہ داری عائد کرتا ہے۔

حق پاسداری کی تلقین:

حضور نبی اکرم ﷺ نے احادیثِ مبارکہ میں عورت کے اس حق کی پاس داری کی تلقین فرمائی ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی طویل روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: لوگو! تم عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، کیونکہ تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امان میں لیا ہے۔...... تم پر ان کا یہ حق ہے کہ تم اپنی حیثیت کے

مطابق ان کو اچھی خوراک اور اچھا لباس فراہم کیا کرو۔

حق مشاورت:

عورت کا مرد پر یہ بھی حق ہے کہ وہ عورت پر اعتماد کرے اور اپنے معاملات میں اس سے مشورہ کرتا رہے۔ خود حضور نبی اکرمﷺ کا عمل مبارک اس معاملے میں یہی تھا۔ آغازِ نبوت میں حضرت خدیجہؓ کا کردار اس کی واضح نظیر ہے۔ جب پہلی وحی کا نزول ہوا اور آپﷺ غارِ حراء سے اپنی قیام گاہ تشریف لائے تو سیدہ خدیجہ نے آپ کی ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا:

بخدا!ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے، محتاجوں کیلئے کماتے، مہمان نوازی کرتے اور راہِ حق میں پیش آمدہ مصائب و آلام برداشت کرتے ہیں۔ اس کے بعد سیدہ خدیجہ آپﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ یہ اور ان جیسے دیگر واقعات آپﷺ کے سیدہ خدیجہ پر اعتماد کے مظاہر ہیں۔

پردہ پوشی:

مرد کا فرض ہے کہ وہ عورت کی غلطیوں پر پردہ ڈالے اور عورت کو چاہیے کہ وہ مرد کے نقائص ظاہر نہ ہونے دے۔

جبر و اکرہ کی ممانعت:

خاوند پر بیوی کا یہ حق بھی ہے کہ وہ بیوی پر ظلم اور زیادتی نہ کرے۔

ایک روایت میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہﷺ نے کبھی اپنی کسی زوجہ کو نہیں مارا اور نہ ہی کسی خادم کو بلکہ آپﷺ نے کبھی اپنے دستِ مبارک سے کسی کو ضرب تک نہیں لگائی۔

سوال: خاوند کے حقوق کیا ہیں؟

جواب: اسلامی تعلیمات کی رو سے مرد اور عورت دونوں کو اپنے اپنے دائرہ عمل میں فوقیت اور برتری حاصل ہے اور دونوں کے حقوق برابر ہیں۔

تحفظ عزت و ناموس:

خاوند کے حقوق میں سے ہے کہ بیوی اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرے۔ اس کی غیر موجودگی میں اس کی عزت و آبرو اور مال و دولت کی حفاظت کرے۔ خاوند کی اطاعت کرنا، اس کے حکم کی بجاآوری کرنا، بشرطیکہ خلافِ شریعت نہ ہو۔ اور اس کی عزت یعنی اپنی پاک دامنی کی حفاظت کرنا اور خاوند کے مال کی حفاظت کرنا اس کے حقوق ہیں۔

اطاعت و فرمانبرداری:

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرمﷺ سے عرض کیا گیا: خواتین میں سے کون سی عورت اچھی ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: جب اس کا خاوند اس کی طرف دیکھے تو اپنے خاوند کے لیے فرحت و مسرت کا باعث بنے۔ جب وہ کوئی خواہش کرے تو پوری کرے اور جس چیز کو خاوند ناپسند کرتا ہو تو وہ نہ اپنی ذات کے معاملے میں اور نہ ہی شوہر کے مال کے معاملے میں اس کی مخالفت کرے۔

بیوی پر اپنے خاوند کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے مزاج و طبیعت میں خوش خلق، خدمت گزار، محبت و مودت اور طہارت و نفاست کا پیکر اور زیب و زینت کے لحاظ سے گھر میں شوہر کو ایسی نظر آئے کہ شوہر کو اسے دیکھتے ہی قلبی مسرت اور راحت ملے۔

نافرمانی پر وعید:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرمﷺ نے فرمایا: مجھے دوزخ دکھائی گئی تو اس میں زیادہ تر عورتیں تھیں کیونکہ وہ ناشکری کرتی ہیں۔ عرض کیا گیا: وہ اللہ کی ناشکری کرتی ہیں؟ آپﷺ نے فرمایا: خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اور (اس کے) احسان کا انکار کر دیتی ہیں (جبکہ خاوند اسے اور اپنی اولاد کو اپنی کمائی سے رہائش، خوردونوش سمیت تمام ضروریات زندگی، آسائشیں اور جملہ راحتیں مہیا کر رہا ہوتا ہے) اگر تم ان میں سے کسی ایک کے ساتھ عمر بھر نیکیاں کرو۔ پھر اُسے (تمہاری کوئی ایک شے بھی ناپسند لگے یا اُسے) ذرہ بھر بھی تکلیف پہنچ جائے تو کہہ دے گی میں نے تم سے کبھی کوئی بھلائی نہیں پائی۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرمﷺ نے فرمایا:

عورت کا خاوند اگر موجود ہو تو رمضان کے روزوں کے علاوہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی روزہ نہ رکھے۔☆☆☆

EAGERS TIME

بچوں کی اخلاقی و روحانی فکری تربیت کا مستقل سلسلہ

حضور نبی ﷺ اکرم کا فرمان ہے بچوں کی اچھی تربیت کریں

ایمن یوسف

معزز قارئین! منہاج القرآن ویمن لیگ ایک کثیر الجہت تنظیم ہے، جو تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی ہر عمر کی خواتین کی فکری و روحانی تربیت کے لیے کوشاں ہے۔ بچوں کی تربیت کے پیش نظر منہاج القرآن ویمن لیگ نے کچھ عرصہ قبل نظامت اطفال (Eagers) کی بنیاد رکھی۔ جس کا مقصد بچوں کی اخلاقی و روحانی اور فکری ونظریاتی تربیت ہے۔ ماہانہ دختران اسلام میں Eagers Time کے نام سے ایک مستقل سلسلہ شروع کیا جارہا ہے جو یقیناً آپ کے بچوں کی تربیت میں معاون ثابت ہوگا۔ اس سلسلے میں ہر ماہ بچوں کے لیے کچھ Activities کا اہتمام کیا جائے گا۔ جن کے ذریعے ماؤں کو اپنے بچوں کی تربیت میں معاونت ملے گی۔ اس ماہ کے شمارے میں آپ کو Eagers Forum کے مقاصد کا تفصیلی تعارف کروایا جائے گا جو کہ درج ذیل ہے:

۱۔ نسل نو کی تربیت ضروری کیوں؟ :

بچے کسی بھی قوم کا مستقبل و معمار اور بیش قدر سرمایہ ہوتے ہیں جو قومیں اپنے مستقبل کی فکر نہیں کرتیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو پاتیں۔ پاکستان ایک عظیم فکر ونظریہ کی بنیاد پر حاصل کیا گیا جس کی اساس دینِ اسلام ہے؛ مگر آج ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستان کے موجودہ حالات اس نظریے کی عکاسی نہیں کرتے بلکہ اس سے بالکل متصادم نظریہ ہماری نئی نسلوں میں پروان چڑھ رہا ہے۔ بچے لحظہ بہ لحظہ اسلام کی حقیقی روح سے دور ہوکر تباہی و بربادی کی طرف گامزن ہیں۔ ان طفلانِ ملت کی اعلیٰ تربیت، عمدہ تعلیم، مناسب پرورش، مہذب نگہداشت ہماری اولین ذمہ داری ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان اقدس ہے: ’’جس کے ہاں کوئی بچہ ہو تو وہ اس کی اچھی تربیت کرے‘‘۔ (بیہقی، شعب الایمان)

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اپنی اولاد کے ساتھ نیک سلوک کرو اور انہیں ادب سکھاؤ‘‘۔ (سنن ابن ماجہ)

۲۔ ہمارا مشن:

جدید سائنسی تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے دلچسپ انداز میں اسلام کے سنہرے اصولوں اور زریں تعلیمات کو بچوں تک پہنچانا تاکہ ان میں دینی رغبت پیدا ہو اور کردار سازی کا عمل احسن انداز میں طے پاسکے۔

۳۔ ہمارا عزم:

ہماری اولین ترجیح نئی نسل میں اسلامی اقدار کا فروغ اور ان کی شخصیت و کردار کی تکمیل ہے تاکہ وہ امت

مسلمہ کا روشن مستقبل ثابت ہوں۔ ایگرز والدین کے لیے ایک معاون پلیٹ فارم ہے جہاں بچوں کو نہ صرف سیرۃ الرسولﷺ سے بطور رول ماڈل متعارف کروایا جاتا ہے اور دین اسلام کے مختلف گوشوں سے روشناس کروایا جاتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کی تخلیق کے لیے کی جانے والی بے مثال جدوجہد سے بھی آگہی دلائی جاتی ہے تاکہ وہ باعمل مسلمان اور مثالی پاکستانی بنیں۔

۴۔ مقاصد:

۱۔ بچوں کو اسلام کی حقیقی روح سے روشناس کروانا اور اسلامی عادات کو ان کی روزمرہ زندگی کے معمولات کا حصہ بنانا۔

۲۔ بطور مسلمان اور پاکستانی شہری بچوں میں خود اعتمادی بحال کرنا، اسلامی کلچر و اقدار سے روشناس کروانا اور انہیں مفید شہری بنانا۔

۳۔ اسلامی تعلیمات کی اہمیت کو جدید سائنسی تقاضوں کے مطابق سائنسی علوم کی روشنی میں ثابت کرنا اور مختلف سرگرمیوں کے ذریعے بچوں کی غیر معمولی صلاحیتوں کو نکھارنا تاکہ وہ سوسائٹی میں بطور لیڈر ابھریں۔

۴۔ بچوں میں پیارے نبیﷺ کی شخصیت کو بطور رول ماڈل متعارف کروانا اور سیرۃ الرسولﷺ کا Follower بنانا۔

۵۔ بچوں میں امن و محبت، رواداری اور حب الوطنی کے جذبات پیدا کرنا۔

۶۔ بچوں میں تمام معاملات سے متعلق مثبت سوچ اور تعمیری طرزِ فکر کی صلاحیت پیدا کرنا۔

منصوبہ جات (Our Projects):

۱۔ بچوں کیلئے سمر کیمپس

گرمیوں کی چھٹیوں میں بچوں کے لیے سمر کیمپس کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ ان میں مختلف ذہنی اور جسمانی سرگرمیوں کے ذریعے بچوں کی دینی و اخلاقی تربیت کی جاتی ہے اور ان کی غیر معمولی صلاحیتوں کو نکھارا جاتا ہے۔

۲۔ بچوں کیلئے درود سرکلز کا قیام

بچوں میں درود و سلام کی رغبت اور حضور نبی اکرمﷺ کی ذات مقدسہ سے محبت کے فروغ کے لیے ملک بھر میں درود سرکلز کا نیٹ ورک موجود ہے۔ اس کے ذریعے ہفتہ وار بنیادوں پر بچوں کے درود سیشنز کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

۳۔ کڈز سوسائٹیز (اسکولز کیلئے)

بچہ دن کا بیشتر حصہ مخصوص تعلیمی سرگرمیوں میں گزارتا ہے اور ادارے کا ماحول بچے کی شخصیت پر براہ راست اثر انداز ہوتا ہے۔ ایگرز پلیٹ فارم نے اسکولز کے لیے کڈز سوسائٹیز کا پراجیکٹ جاری کیا ہے۔ ان سوسائٹیز کا حصہ بن کر بچے کو اپنی غیر معمولی صلاحیتیں نکھارنے کا موقع ملے گا۔

۱۔ قرات و نعت ۲۔ آرٹ اینڈ کرافٹ

۳۔ بک بینک ۴۔ آئیں! مسکراہٹ پھیلائیں (Special بچوں کیلئے) ۵۔ ڈبیٹ (Debate)

والدین کے نام اہم پیغام:

شیخ سعدی فرماتے ہیں: ''اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا نام باقی رہے تو اپنے بچوں کو اچھے اخلاق سکھاؤ''۔

محترم والدین!

اپنے بچوں کو نہ صرف اچھا مسلمان بنائیں بلکہ اچھا شہری بھی تاکہ وہ ملک و قوم کی خدمت کریں اور معاشرے میں امن و محبت اور بھائی چارے کو فروغ دیں۔ ایگرز ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جو بچوں کی ہر پہلو سے تربیت کرتا ہے اور انہیں معاشرے کے لیے ایک کارآمد، فعال اور باعمل مسلمان بناتا ہے کہ جس کا رول ماڈل حضور نبی اکرمﷺ کی ذات مقدسہ ہو۔

☆☆☆☆☆

تحریکِ پاکستان کی ممتاز کارکن محترمہ خالدہ منیر چغتائی سے خصوصی انٹرویو

بطور مسلمان زندہ رہنے کیلئے پاکستان حاصل کیا گیا

حصولِ پاکستان کی تحریک سکولوں، کالجوں کی طالبات نے چلائی

بہنوں، بیٹیوں کی زبانوں پر ایک ہی دعا تھی یا اللہ پاکستان بنے گا تو بچیں گے

انٹرویو پینل: نازیہ عبدالستار......ماریہ عروج

محترمہ خالدہ منیر الدین چغتائی تحریک پاکستان کی کارکن اور گولڈ میڈلسٹ ہیں، قیام پاکستان کے وقت ان کی عمر 16سال تھی، انہوں نے تقسیم ہند کے سارے مناظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں، پاکستان کے قیام کی غرض و غایت نصب العین سے آگاہ اور بعدازاں چلنے والی مختلف تحریکوں کی چشم دید راوی ہیں۔''دختران اسلام'' نے ان سے 14اگست یوم آزادی کے تناظر میں خصوصی گفتگو کی جو قارئین دختران اسلام کے مطالعہ کیلئے پیش خدمت ہے۔

س: آپ اپنی ابتدائی زندگی کے بارے میں بتائیں؟

ج: میرا تعلق گورداس پور سے ہے۔ قیام پاکستان کے وقت میری عمر لگ بھگ سولہ یا سترہ سال تھی۔ میرے والد صاحب ریلوے میں ملازمت کرتے تھے۔ جب بٹوارا ہوا تو ہم گورداس پور سے ہجرت کرکے پاکستان آئے۔ میں نے تین مضامین سیاسیات، تاریخ اور ایجوکیشن میں ماسٹرز کیا ہے۔

س: تحریک پاکستان کے کیا مقاصد تھے؟

ج: تحریک پاکستان کا ایک ہی مقصد تھا کہ ہم نے بطور مسلمان زندہ رہنا ہے۔ اسلام زندہ رہے گا تو مسلمان زندہ رہے گا اور اگر خدانخواستہ اسلام زندہ نہ رہا تو مسلمان بھی زندہ نہیں رہیں گے۔ لہٰذا ایک ایسا خطہ ہونا چاہئے جہاں اسلام کا مستقبل تابناک ہو، مسلمانوں کی ایک الگ شناخت ہو اور وہ آزادی کے ساتھ اپنی زندگیاں اپنے مذہب کے مطابق بسر کرسکیں۔

س: جب تحریک پاکستان کا آغاز ہوا تو اس وقت لوگوں کا جذبہ کیسا تھا؟

ج: مسلمانوں کے جذبات کا عالم یہ تھا کہ گھر گھر میں ایک ہی ذکر تھا کہ اگر زندہ رہنا ہے تو پاکستان بناؤ، پاکستان کی خاطر جان بھی دینی پڑے تو دے دو کیونکہ زندگی کی ایک ہی راہ باقی ہے کہ اپنے لیے ایک الگ خطہ بناؤ جس میں اسلام کو زندہ کرو۔ ایک ہی نعرہ تھا پاکستان زندہ باد۔ چھوٹے چھوٹے بچے نعرے لگاتے یہ تحریک سکولوں اور کالجز میں چلی، روزانہ جلوس نکلتے، نعرے لگتے ''لے کر رہیں گے پاکستان، بن کے رہے گا پاکستان''۔ ہندو مذاق اڑاتے کہ پاکستان مر کے رہے گا لیکن مسلمانوں کے اندر جو جذبہ تھا وہ دیدنی تھا۔ مسلمانوں کے علاقوں، محلوں اور گھروں پر حملے ہوتے۔ مائیں، بیٹیاں، بہنیں سب کی زبانوں پر ایک ہی دعا تھی کہ یا اللہ پاکستان بنے گا تو ہماری زندگیاں اور ہماری عزتیں محفوظ ہوں گی۔ یہ تحریک لاہور میں اتنی نہیں چلی تھی جتنی امرتسر میں تھی۔ امرتسر سے لاہور کے مسلمانوں کو باقاعدہ مہندی اور چوڑیاں بھجوائی گئیں کہ یہ مہندی اور چوڑیاں پہن کر گھروں میں بیٹھ جاؤ اور وہاں مسلمان کٹ کٹ کر گر رہے ہیں۔ لیکن مجموعی طور پر

مسلمانوں میں جس میں نوجوان، بچے اور بوڑھے سب اس تحریک میں شامل تھے ان کا جذبہ دیدنی تھا۔

س: تحریک پاکستان میں آپ کا اور دیگر خواتین کا کیا کردار تھا؟ آپ کو کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟

ج: میں اس وقت نوجوان تھی اور اسلامیہ کالج میں تھرڈ ایئر کی سٹوڈنٹ تھی۔ میرے والد ذرا پرانے خیالات کے تھے وہ کہتے تھے کہ باہر نہ نکلو۔ لوگ باتیں کرتے ہیں کہ صبح کو نکلتی ہیں اور شام کو واپس آتی ہیں لیکن برداشت کیا اور اس تحریک کے لیے کام کیا۔ اس تحریک میں کچھ چیدہ چیدہ خواتین میں بیگم شاہ نواز، سلمیٰ تصدق حسین، بیگم کریم داد اور ان کے علاوہ اسلامیہ کالج اور بہاولپور گورنمنٹ کالج کی طالبات شامل تھیں۔ تمام لڑکیوں نے بہت عزت، وقار، خوش اسلوبی اور نیک ارادوں کے ساتھ کام کیا۔ ایک مرتبہ ہم نے کالج میں مسلمان لڑکیوں کو احتجاج کے لیے اکٹھا کیا اور کہا کہ وہ اپنے برقے کالج کی دیوار سے باہر پھینک دیں اور اندر سے برقے پہن کر نہ نکلیں کہ پرنسپل کو خبر نہ ہو۔ باہر برقوں کے ڈھیر لگ گئے۔ ہم باہر نکلیں اور اپنا اپنا برقہ اٹھا کر پہنا۔ اس وقت دفعہ 44 نافذ تھی جس کے تحت ہم ہجوم اکٹھا نہیں کر سکتے تھے۔ ہم نے قانون کی خلاف ورزی نہیں کی اور چار چار لڑکیوں کا گروپ بنالیا۔ ایک لمبی قطار بن گئی اور ہم نے سڑک پر پاکستان کا جھنڈا پکڑ کر نعرے لگاتے ہوئے چلنا شروع کر دیا۔

جب ہم مزنگ چوک کے قریب پہنچے تو آگے پولیس کی بھاری نفری تھی انہوں نے طالبات کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ ان پولیس والوں میں کچھ مسلمان بھی تھے انہوں نے اپنی پیٹیاں اتار کر پھینک دیں جس کا مطلب یہ تھا کہ ہم اب ملازمت میں نہیں ہیں۔ ہمارے ساتھ کچھ لیگ کی خواتین تھیں انہوں نے کہا کہ آج کوئی گرفتاری نہ دے کیونکہ سب کالج کی طالبات ہیں۔ اس دن شدید شیلنگ ہوئی۔ بہت سی لڑکیاں بے ہوش ہوئیں۔ ان کو قریبی کلینک میں لے گئے اور پھر واپس اپنے گھروں کو چلے گئے۔

دوسرے دن جو موومنٹ ہوئی وہ بہت سخت تھی۔ پہلے لیگ کی خواتین کو گرفتار کیا پھر شدید شیلنگ ہوئی اور آخر میں ہم لڑکیوں کو بھی گرفتار کر کے لے گئے۔ ہم 31 یا 32 دن جیل میں رہے۔ جب یہ موومنٹ ختم ہوئی تو ایک دن ہماری میٹنگ ہو رہی تھی۔ میں کھڑی ہو کر بول رہی تھی تو ایک بابا جی آئے اور کہنے لگے:

''پتر میری گل سن۔ میں نے بابا جی کو اندر بلایا وہ کہنے لگے کہ پتر میری تی منوں آوازاں دیندی مرگئی، او مینوں بابا، بابا کہندی مرگئی''۔ میں نے کہا بابا جی بس کرو برداشت نہیں ہوتا۔ وہ قیامت کا وقت تھا۔

س: ہجرت کے دوران اور اس کے بعد کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟

ج: ہم نے کربلا کو نہیں دیکھا لیکن کربلا کا منظر ہجرت کے وقت دیکھا ہے۔ کربلا پھر وہی خون کی ندی میں نہا گیا تھا۔ کئی دنوں کے بھوکے پیاسے بچے ماؤں سے لپٹ لپٹ کر روئے۔ ماؤں نے جب کھانے کو کچھ دیا تو بچے کھانے کو دیکھ دیکھ کر روتے کہ یہ کھانا کتنے دنوں کے بعد نصیب ہوا ہے۔ یہ بڑی خوفناک، بڑی دردناک داستان ہے جو آپ سنیں تو مدتوں روئیں۔ چھوٹی عمر کی بچیاں اور بچے چلاتے تھے تو مائیں ان کے منہ پر ہاتھ رکھتیں کہ آواز اونچی نہ کرو کہ اب مرد تو کوئی بچا نہیں، وہ تمہیں بھی اٹھا کر لے جائیں گے۔ سب بے کس تھے، بے بس تھے، بے سہارا تھے۔ بہت ظلم ہوا۔ مسلمانوں کی کتابیں جلا دی گئیں ہم ایک ٹرین پر پاکستان آئے۔ جب میں نے گاڑی کے اندر قدم رکھا تو میرے پاؤں کے نیچے زمین نہیں تھی وہ دھنستا چلا گیا وہاں خون اور انسانی گوشت کا ڈھیر تھا۔ میرے والد صاحب نے بغیر کھڑکیوں والے ایک بند ڈبے میں ہمیں بٹھایا اور ہوا کے لیے چھوٹے چھوٹے سوراخ کئے۔ ہمارے حلیے مردوں جیسے بنائے اور جب امرتسر کا سٹیشن آیا تو ہم نے خوب نعرے لگائے کیونکہ وہاں مسلمانوں کا زور چلتا تھا۔ راستے میں کئی جگہوں پر بلوائیوں کے

حملے کا ڈر تھا۔ خوف کی ایک تلوار تھی جو ہمارے سر پر لٹک رہی تھی۔ بلوائیوں نے اس ٹرین کو لوٹنے کے منصوبے بنائے ہوئے تھے لیکن مسلمانوں نے ٹرین کے سکھ ڈرائیور کے پیچھے دو لوگوں کو تلوار دے کر کھڑا کیا ہوا تھا کہ کچھ بھی ہوجائے ٹرین نہیں روکنی، اگر تم نے ٹرین روکی تو ٹرین رکنے سے پہلے تم اس دنیا میں نہیں رہو گے۔ اللہ کی مدد و نصرت سے ہم صحیح سلامت پاکستان پہنچ گئے۔ ریلوے سٹیشن کے ساتھ ایک خیمہ بستی تھی جہاں لٹے پھٹے قافلے پہنچ رہے تھے۔ وہاں ان لوگوں کو ٹھہراتے۔ وہ بیمار تھے ہم نے پانی میں نمک اور چینی ملاملا کر بطور دوا ان کو پلانا شروع کردیا۔ لٹے پھٹوں کو تسلی دینا بھی بہت مشکل بات ہے۔ کسی کا خاوند نہیں مل رہا، کسی کا باپ نہیں مل رہا، افراتفری اور کہرام کا عالم تھا لیکن گورنمنٹ نے ہماری بہت مدد کی اور اللہ نے بھی ہمارا ساتھ دیا۔

س: قائداعظم کی فکر کیا تھی وہ کیسا پاکستان چاہتے تھے؟

ج: پاکستان کے لیے ان کے بہت اونچے اور Solid خیالات تھے۔ ان کے خیالات بالکل ویسے ہی تھے جیسے کسی بھی دور اندیش لیڈر کے روشن انسانی خیالات ہوسکتے ہیں۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ پاکستان میں تعلیم عام ہو لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کے لیے روزگار کے مواقع ہوں اور یہ اتنی مضبوط ریاست ہو کہ دنیا کی کسی بھی ریاست کے سامنے ڈٹ کر کھڑی ہوسکے وہ ایک اعلیٰ ذہن اور اعلیٰ سوچ کے مالک تھے۔ میرے پاس ان کی تعریف کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ بہت ہی عظیم انسان تھے اور اچھے مسلمان بھی۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ کا مذہب کیا ہے تو آپ نے جواب دیا جو حضور نبی اکرمﷺ کا مذہب تھا وہی میرا مذہب ہے۔

س: کوئی ایسا واقعہ جس میں آپ کو براہ راست قائداعظم یا محترمہ فاطمہ جناح سے سیکھنے کا موقع ملا ہو؟

ج: محترمہ فاطمہ جناح سے تو ملنے کا موقع نہیں ملا۔ البتہ قائداعظم سے ایک مرتبہ سرسری ملاقات ہوئی۔ میرے ساتھ ہماری فارسی کی ٹیچر مسز صدیقی تھیں۔ میں بہت ڈر رہی تھی کیونکہ قائداعظم کا رعب و دبدبہ بہت زیادہ تھا۔ میں بمشکل جا کر انکی کرسی کے پیچھے کھڑی ہوگئی۔ مسز صدیقی نے ان سے کہا کہ ہمیں نیشنل ایمرجنسی ڈگری دے دیں تو قائداعظم نے کہا I will think over it پھر بعد میں ہمیں وہ ڈگری مل گئی۔

س: موجودہ دور میں پاکستان میں خواتین کے سیاسی کردار کے بارے میں آپ کیا کہتی ہیں؟

ج: خواتین کا سیاست میں آنا ایک مثبت علامت ہے لیکن سیاست میں آکر خواتین کا رویہ مردوں کے ساتھ محتاط ہونا چاہیئے اور فوکس پاکستان کی حفاظت اور اس کی بھلائی ہونی چاہیئے۔

س: تحریک پاکستان میں نوجوانوں کے اندر جو حب الوطنی نظر آتی ہے وہ اب کے نوجوانوں میں مفقود ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

ج: میں آپ کی بات سے اتفاق کرتی ہوں۔ لوگ راہوں کا انتخاب کرکے چلتے ہیں، چلتے چلتے ہوائیں غلط رخ پر چلتی ہیں۔ وہ راہیں جن کا انتخاب انہوں نے کیا تھا وہ ان کی نظروں سے اوجھل ہوجاتی ہیں۔ تمام نوجوانوں کا یہ فرض ہے کہ جو غلط روش چل پڑی ہے اس کو آگے بڑھ کر روک لیں اگر نہیں روکیں گے تو یہ روش ہمارے لیے مصیبت کا باعث بنے گی۔

س: آپ کا خواتین اور طالبات کیلئے کیا پیغام ہے؟

ج: ہماری زندگی اور اسلام کی زندگی ایک ہے۔ اپنی زندگیوں کو اسلام کے مطابق ڈھال لیں، تعلیم حاصل کریں۔ اسلام کو اپنی روش بنالیں۔ اس کے بغیر گزارا نہیں۔ فیشن ایبل کپڑے ضرور پہنیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بے حیائی اختیار کی جائے۔ آپ کا لباس آپ کی عزت اور آپ کا وقار ہے اس کو قائم رکھیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمان بیٹوں اور بیٹیوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

گلدستہ

6 چیزوں کی وجہ سے تباہی آتی ہے

حضرت شہاب الدین ابوحفص عمر بن محمد سہروردیؒ، تعارف

اقوال حضرت ذوالنون مصریؒ ادیبہ شہزادی

حضرت شہاب الدین ابوحفص عمر بن محمد سہروردی

آپ سلسلہ سہروردیہ کے بانی ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے جاملتا ہے۔ آپ 536ھ میں عراق کے قصبہ سہرورد میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت کے باعث اس قصبے کو شہرت ملی۔

آپ نے سلوک کی منازل اپنے چچا شیخ ابو نجیب سہروردیؒ کے زیر سایہ طے کیں۔ آپ کے چچا حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کی صحبت میں بیٹھتے تھے۔ ایک دن آپ کو لے کر بارگاہ غوثیت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ شہاب الدین علم الکلام سے بہت شغف رکھتا ہے۔ مدعا یہ تھا کہ بھتیجا کلامی بحثوں میں الجھنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی معارفت میں مقام حاصل کرے۔ سیدنا غوث الاعظمؒ نے آپ سے کتابوں کے نام دریافت کئے پھر اپنا دست اقدس سینے پر رکھا تو علم الکلام کے سارے مسائل بھول گئے اور قلب باطنی علوم سے منور ہوگیا۔

آپ نے خلیج فارس کے جزیرہ عبادان میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ عرصہ دراز تک عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ بیس ابدال کی صحبت سے بہرہ یاب ہوئے۔ حج کی سعادت کئی بار نصیب ہوئی۔ بیت اللہ شریف میں کئی سال گزارنے کے بعد بغداد واپس آئے اور وہیں 632ھ میں وصال فرمایا۔

ایک مرتبہ فرمایا:

مبتدی سالک کو دنیا داروں کی صحبت سے بچنا چاہئے۔ ان سے تعلق رکھنا زہر قاتل ہے۔ مبتدی سالک کے لیے ضروری ہے کہ وہ روزانہ قرآن حکیم کی تلاوت کرے اور کچھ قرآن حفظ بھی کرے۔ جس شخص نے تلاوت کو اپنی خلوت میں لازم کرلیا اور اس کی پابندی کی تو یہ اسے نماز کی طرح یکساں فائدہ دے گی۔ بشرط یہ کہ جب زبان سے تلاوت کرے تو زبان کو کسی دوسرے کلام میں مشغول نہ کرے، اسی طرح قرآن کا معنی قلب میں کرے اور اسے حدیث نفس سے نہ ملائے، استقامت و مداومت سے یہ عمل بجا لاتا رہے تو ارباب مشاہدہ میں سے ہوجائے گا۔

حضرت ذوالنون مصریؒ کے اقوال:

آپؒ نے فرمایا: انسان پر چھ چیزوں کی وجہ سے تباہی آتی ہے:

۱۔ اعمال صالحہ سے کوتاہی کرنا۔

۲۔ ابلیس کا فرمانبردار ہونا۔

۳۔ موت کو قریب نہ سمجھنا۔

۴۔ رضائے الٰہی کو چھوڑ کر مخلوق کی رضا مندی حاصل کرنا۔

۵۔ تقاضائے نفس پر سنت کو ترک کر دینا۔

۶۔ اکابرین کی غلطی کو سند بنا کر ان کے فضائل پر نظر نہ کرنا اور اپنی غلطی کو ان کے سر تھوپنا۔

پھر فرمایا:

جس طرح ہر جرم کی ایک سزا ہوتی ہے، اسی طرح ذکر الٰہی سے غفلت کی سزا دنیاوی محبت ہے۔

﴿ کچن کارنر ﴾

میکرونیز

اجزاء:

بون لیس چکن	1/2 کلوگرام
تیل	حسب ضرورت
ادرک (پیسٹ)	2 سے 3 کھانے کے چمچ
لہسن (پیسٹ)	2 سے 3 کھانے کے چمچ
سبز مرچیں (پیسٹ)	3 سے 4 کھانے کے چمچ
ٹماٹر (پیسٹ)	1 کلوگرام
نمک	حسب ضرورت
سرخ مرچ	ڈیڑھ چائے کے چمچ
گرم مصالحہ	ڈیڑھ چائے کے چمچ
چلی ساس	1/2 کپ
سویا ساس	1/4 کپ
سرکہ	1/2 کپ
مکرونیز	1 پیکٹ
مٹر	1 کپ
گاجریں	1 کپ
شملہ مرچ (کیوبز میں)	1/2 کپ
بند گوبھی (باریک کٹی ہوئی)	1 کپ

ترکیب:

۱۔ چکن میں ادرک، لہسن، سبز مرچیں، چلی ساس، سویا ساس اور سرکہ ڈال کر ایک گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔

۲۔ ایک گھنٹے کے بعد اس چکن کو کڑاہی میں ڈال کر اس کا پانی خشک کریں اور جب پانی خشک ہوجائے تو آئل، نمک، سرخ مرچ اور ٹماٹر پیسٹ ڈال کر بھونیں۔

۳۔ اس کے بعد اس میں مٹر ڈالیں، جب مٹر گل جائیں تو گاجریں اور گرم مصالحہ ڈال کر چار سے پانچ منٹ کے لیے پکائیں۔ پھر شملہ مرچ اور کالی مرچ ڈال کر دو سے تین منٹ کے لیے دم دے دیں۔ دھیان رکھنا ہے کہ سبزیاں زیادہ نہ گل جائیں اور نہ ہی رنگت خراب ہو۔

۴۔ پھر اس میں ابلی ہوئی میکرونیز ڈال کر مکس کریں۔ میکرونیز ڈالنے کے بعد بند گوبھی ڈال کر دو یا تین منٹ کے لیے رکھ دیں۔

۵۔ مزیدار میکرونیز تیار ہیں۔ کیچپ یا مایونیز کے ساتھ پیش کریں۔

(آمنہ افضل باجوہ)

☆☆☆☆☆

آپ کی صحت

آنکھ قدرت کی انمول نعمت، اسکی حفاظت کی جائے

آنکھ تین حصوں پر مشتمل ہے، پتلی، لینز پردہ بصارت

ڈاکٹر راحیلہ ناز

معزز قارئین! ماہنامہ دختران اسلام میں ''آپ کی صحت'' کے عنوان سے نیا مستقل سلسلہ شروع کیا جارہا ہے جس میں آپ کی صحت کے مسائل کا حل پروفیشنل ڈاکٹرز کے پینل کے ذریعے پیش کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں اگر آپ کوئی سوال پوچھنا چاہیں تو ماہنامہ دختران اسلام کے پتہ پر ارسال کرسکتی ہیں۔

آنکھ انسانی جسم کا سب سے حساس حصہ ہے۔ آنکھ پر چوٹ بینائی کے ختم ہونے کی ایک بڑی وجہ ہے بچوں میں آنکھ پر چوٹ لگنے کی شرح تناسب زیادہ ہے شرح دنیا بھر میں آنکھ پر چوٹ لگنے سے تقریباً 1.6 ملین لوگوں کی بینائی متاثر ہوتی ہے۔

وجوہات:

☆ بچوں میں آنکھ پر چوٹ لگنے کی وجہ کھیل کے دوران نوکیلی اشیاء مثلاً پنسل، قینچی، چھری، پتھر یا لکڑی کا ٹکڑا لگنا شامل ہے۔

☆ گیند، پتھر، پستول کے چھرلے اور پٹاخے بھی آنکھ پر چوٹ لگنے کا باعث بن سکتے ہیں۔

☆ بڑوں میں آنکھ پر چوٹ لگنے کی وجہ ٹریفک کے حادثات بالخصوص عورتوں کے برقعے کا موٹر سائیکل کے پہیے میں آنا، بغیر حفاظتی عینک کے لوہے کا کام کرنا، لڑائی جھگڑے، ہاتھا پائی کے دوران آنکھ پر چوٹ لگنا شامل ہے۔

علاج:

آنکھ پر چوٹ لگنے کی صورت میں فوراً کسی آنکھوں کے ماہر ڈاکٹر سے رجوع کریں بروقت علاج سے بہت سی پیچیدگیوں سے بچا جاسکتا ہے۔

☆ آنکھ پر چوٹ لگنے کے بعد آنکھ کے آپریشن کی نوعیت آنکھ کو پہنچنے والے نقصانات پر منحصر ہے۔

☆ آپریشن کا بنیادی مقصد آنکھ کی ساخت کو برقرار رکھنا ہوتا ہے۔

☆ آپریشن کے ذریعے آنکھ کے متاثرہ حصے کو جوڑ کر بینائی کو بحال کرنے کی حتی الامکان کوشش کی جاتی ہے۔

☆ آنکھ کو بچانے کے لیے ایک سے زائد آپریشن بھی کرنا پڑ سکتے ہیں۔

☆ بعض اوقات چوٹ سے نقصان بہت زیادہ ہونے کی صورت میں آنکھ کو نکالنا بھی پڑتا ہے۔

احتیاطی تدابیر:

90% آنکھ پر لگنے والی چوٹ سے بچاؤ ممکن ہے ذرا سی احتیاط سے عمر بھر کے لیے نابینا ہونے سے بچا جاسکتا ہے۔

☆ گھر میں روزمرہ استعمال ہونے والی نوکیلی اشیاء مثلاً چھری، قینچی وغیرہ کو بچوں کی پہنچ سے دور رکھنا۔

☆ کھیل کے دوران بچوں پر کڑی نظر رکھنا اور ایسے کھلونے جن سے آنکھ پر چوٹ لگنے کا اندیشہ ہو مثلاً پستول کے چھرلے، پٹاخے وغیرہ بچوں کو کھیلنے کے لیے ہرگز نہ دیں۔

☆ کام کی جگہ پر حفاظتی عینک کا باقاعدگی سے استعمال کرنا۔

☆☆☆☆☆

روحانی وظائف

شرِ نظر سے بچاؤ کے لئے وظائف

پہلا وظیفہ: شیطانی اثرات میں سے ایک اثر نظرِ بد کا لگنا بھی ہے اس سے پناہ مانگنا سنتِ نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔
حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نظرِ بد سے حفاظت کے لئے حسنین کریمین علیہما السلام پر درج ذیل وظیفہ سے دم فرمایا کرتے تھے:
اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْطٰنٍ وَّ هَامَّةٍ وَّ عَیْنٍ لَامَّةٍ۔ (سنن ترمذی، ۳: ۵۷۷، رقم: ۲۰۶۰، عن ابن عباسؓ)

. یہ وظیفہ ۳ بار، ۷ بار یا ۱۱ بار پڑھ کر دم کریں۔ . پانی دم کر کے پئیں/ پلائیں۔
. حسب ضرورت پانی دم کر کے غسل بھی کروا سکتے ہیں۔
اگر تکلیف زیادہ طویل اور پریشان کن ہو تو ۱۰۰ مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔
❁ یہ وظیفہ حسب ضرورت جاری رکھیں۔

دوسرا وظیفہ: شرِ نظر سے نجات کے لئے یہ وظیفہ بھی مفید اور مؤثر ہے:
❁ سورۃ الفاتحہ (مکمل) اور معوّذتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس)
. یہ وظیفہ ۳ بار، ۷ بار یا ۱۱ بار پڑھ کر دم کریں۔ . پانی دم کر کے پئیں/ پلائیں۔
. حسب ضرورت پانی دم کر کے غسل بھی کر سکتے ہیں۔
اگر تکلیف زیادہ طویل اور پریشان کن ہو تو ۴۰ مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔
❁ یہ وظیفہ حسب ضرورت جاری رکھیں۔

تیسرا وظیفہ: شرِ نظر سے نجات کے لئے یہ وظیفہ بھی مفید اور مؤثر ہے:
☆ سورۃ الفاتحہ (مکمل) اور چہار قُل (مکمل سورتیں)
. یہ وظیفہ ۳ بار، ۷ بار یا ۱۱ بار پڑھ کر دم کریں۔ . پانی دم کر کے پئیں/ پلائیں۔
. حسب ضرورت پانی دم کر کے غسل بھی کر سکتے ہیں۔
اگر تکلیف زیادہ طویل اور پریشان کن ہو تو ۴۰ مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔
❁ یہ وظیفہ حسب ضرورت جاری رکھیں۔

چوتھا وظیفہ: شرِ نظر سے بچاؤ کے لئے یہ کلمات بھی خاص تاثیر رکھتے ہیں:
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ.
. یہ وظیفہ ۳ بار، ۷ بار، ۱۱ بار یا ۴۰ بار پڑھ کر دم کریں۔ . پانی دم کر کے پئیں/ پلائیں۔
. حسب ضرورت پانی دم کر کے غسل بھی کر سکتے ہیں۔
اگر تکلیف زیادہ طویل اور پریشان کن ہو تو ۱۰۰ مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔
❁ یہ وظیفہ حسب ضرورت جاری رکھیں۔

☆☆☆☆☆

محترمہ ارشاد اقبال (زونل ناظمہ شمالی پنجاب) کا آزاد کشمیر ڈویژن میں کوٹلی، بھمبر اور میر پور کا تنظیمی دورہ

محترمہ میمونہ شفاعت (زونل ناظمہ جنوبی پنجاب) کا علی پور، خان پور، چوک اعظم اور تونسہ شریف کا تنظیمی دورہ

M o n t h l y
DUKHTARAN-E-ISLAM
AUG-2018
L A H O R E
Regd CPL No.45